کتاب و سنت اور اسلافِ اُمت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

اشرف الجرائد

حیدرآباد

Volume:18 Issue:10 October 2025

مدیر

مولانا محمد عبدالقوی

ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

www.iauth.in

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

آئینۂ مضامین

درسِ قرآن	ایک دوسرے کا مال ناحق طریقوں سے نہ کھاؤ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ	۵
درسِ حدیث	دنیوی امور میں اپنے سے کم تر لوگوں پر نظر رکھنی چاہیے	مولانا مفتی محمد احمد علی قاسمی	۷
پیش گفتار	مکاتبِ دینیہ کی اہمیت حالاتِ زمانہ کے تناظر میں	مدیر	۹
گوشۂ سیرت	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر ہجرت میں چرواہے کی گواہی	مولانا سید خواجہ نصیر الدین قاسمی	۱۳
گوشۂ خواتین	اسلام کی باکمال خواتین	مولانا مفتی محمد رفیع حنیف قاسمی	۱۴
اصلاحی مضامین	ہندو مذہب اور عقیدۂ توحید	حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہٗ	۱۷
"	سچ کی اہمیت اور جھوٹ کی مذمت	مولانا محمد طلحہ قریشی قاسمی	۲۱
"	اسلام میں انسانی حقوق	مولانا محمد عبد الرشید طلحہ نعمانی قاسمی	۲۵
"	موبائل فون کا بے جا استعمال اور اس سے بچنے کی تدابیر	انتخاب	۳۱
تاریخی آثار	کیرالا کے تاریخی مقامات اور مناظرِ قدرت	مولانا مفتی محمد سلمان قاسمی محبوب نگری	۳۳
افاداتِ اکابر	اشرف المجالس: حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہٗ	پیشکش: مولانا مفتی محمد احمد علی قاسمی	۴۳
"	ارشاد السالکین: حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہٗ	ترتیب: مولانا مفتی محمد احمد علی قاسمی	۴۶
فقہ و فتاویٰ	آپ کے شرعی مسائل	مولانا مفتی محمد ندیم الدین قاسمی	۴۹



درسِ قرآن

ایک دوسرے کا مال ناحق طریقوں سے نہ کھاؤ

از: حضرت مولانا مفتی شفیع عثمانی رحمہ اللہ*

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ (البقرہ)

ترجمہ: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقوں سے نہ کھاؤ، اور نہ ان کا مقدمہ حاکموں کے پاس اس غرض سے لے جاؤ کہ لوگوں کے مال کا کوئی حصہ جانتے بوجھتے ہڑپ کرنے کا گناہ کرو۔

تشریح: حرام سے بچنے اور حلال کے حاصل کرنے کے لیے قرآن کریم نے مختلف مقامات پر مختلف عنوانات سے تاکیدیں فرمائی ہیں، ایک آیت میں اس کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ انسان کے اعمال و اخلاق میں بہت بڑا دخل حلال کھانے کو ہے اگر اس کا کھانا پینا حلال نہیں تو اس سے اخلاق حمیدہ اور اعمال صالحہ کا صدور مشکل ہے ارشاد ہے یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ﴿۵۱﴾ اے گروہ انبیاء! حلال اور پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو میں تمہارے اعمال کی حقیقت سے واقف ہوں۔ اس آیت میں حلال کھانے کے ساتھ عمل صالح کا حکم فرما کر اشارہ کر دیا ہے کہ اعمال صالحہ کا صدور جب ہی ہو سکتا ہے جبکہ انسان کا کھانا پینا حلال ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث میں یہ بھی واضح فرما دیا کہ اس آیت میں اگرچہ خطاب انبیاء علیہم السلام کو ہے مگر یہ حکم کچھ انہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ سب مسلمان اس کے پابند ہیں اس حدیث کے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ حرام مال کھانے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی بہت سے آدمی عبادات وغیرہ میں مشقت اٹھاتے ہیں پھر اللہ کے سامنے ہاتھ دعا کے لیے پھیلاتے ہیں اور یا رب یا رب پکارتے ہیں مگر کھانا ان کا حرام، پینا ان کا حرام، لباس ان کا حرام ہے تو ان کی یہ دعا کہاں قبول ہو سکتی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کا ایک بہت بڑا حصہ اسی کام کے لیے وقف رہا ہے کہ امت کو حرام سے

بچانے اور حلال کے استعمال کرنے کی ہدایتیں دیں۔

چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے: آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ چار خصلت ایسی ہیں جب وہ تمہارے اندر موجود ہوں تو پھر دنیا میں کچھ بھی حاصل نہ ہو تو تمہارے لیے کافی ہے وہ چار خصلتیں یہ ہیں: ایک امانت کی حفاظت، دوسرے سچ بولنا، تیسرے حسن خلق، چوتھے کھانے میں حلال کا اہتمام۔

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ میرے لیے دعا فرما دیجئے کہ میں مقبول الدعا ہو جاؤں جو دعا کیا کروں قبول ہوا کرے، آپ ﷺ نے فرمایا: اے سعد! اپنا کھانا حلال اور پاک بنالو مستجاب الدعوات ہو جاؤ گے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے بندہ جب اپنے پیٹ میں حرام لقمہ ڈالتا ہے تو چالیس روز تک اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اور جس شخص کا گوشت حرام مال سے بنا ہو اس گوشت کے لیے تو جہنم کی اگ ہی لائق ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ایک مرتبہ خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ اے جماعت مہاجرین! پانچ خصلتیں ایسی ہیں جن کے متعلق میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں کہ وہ تمہارے اندر پیدا ہو جائیں: ایک یہ ہے کہ جب کسی قوم میں بے حیائی پھیلتی ہے تو ان پر طاعون اور وبائیں اور ایسے نئے نئے امراض مسلط کر دیے جاتے ہیں جو ان کے آباء واجداد نے سنے بھی نہ تھے، دوسرے یہ کہ جب کسی قوم میں ناپ تول کے اندر کمی کرنے کا مرض پیدا ہو جائے تو ان پر قحط، گرانی، مشقت ومحنت اور حکام کے مظالم مسلط کر دیے جاتے ہیں، اور تیسرے یہ کہ جب کوئی قوم زکوٰۃ ادا نہ کرے تو بارش بند کر دی جاتی ہے اور چوتھے یہ کہ جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے عہد کو توڑ ڈالے تو اللہ تعالیٰ ان پر اجنبی دشمن مسلط فرمادی۔ (ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو ان آفات سے محفوظ رہنے کی توفیق کامل عطا فرمائے۔ آمین

(ملخص از معارف القرآن: ۲/ ۱۱۰)



درسِ حدیث

دنیوی امور میں اپنے سے کم تر لوگوں پر نظر رکھنی چاہیے

از: مولانا مفتی محمد احمد علی قاسمی*

عَنْ أبی هُرَيْرةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِذَا نَظَرَ أَحَدُكُمْ إِلىٰ مَن فُضِلَ عليه في المالِ والخَلْقِ، فَلْيَنْظُرْ إلى مَن هُوَ أسفَلَ منه. (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس شخص کی نظر کسی ایسے آدمی پر پڑے جو مال و دولت اور شکل و صورت کے اعتبار سے اُس سے بہتر ہے تو ایسے شخص کو چاہیے کہ ایسے آدمی کو دیکھ لے جو مال و دولت اور شکل و صورت کے اعتبار سے اُس سے کم تر ہے۔

تشریح: اللہ تبارک وتعالیٰ شانہ نے اس دنیا میں اپنی حکیمانہ وحاکمانہ شان کے مطابق انسانوں کے مابین نعمتوں کی تقسیم میں کافی فرق وتفاوت رکھا ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو رزق کو اتنا پھیلا دیتا کہ کسی کو بھی ایک دانہ اور حبہ کی کمی نہ رہتی، فراوانیٔ رزق سے ہر شخص مالا مال ہوتا؛ لیکن ایسی صورت میں اس کا منفی اثر اللہ تعالیٰ کے علمِ ازلی کے مطابق زمین میں فتنہ وفساد کی صورت میں ظاہر ہوتا، **وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ** (سورۃ الشوریٰ: ۲۷) یعنی اگر اللہ اپنے تمام بندوں کے لئے رزق کو کھلے طور پر پھیلا دیتا تو وہ زمین میں سرکشی کرنے لگتے، مگر وہ ایک خاص انداز سے جتنا چاہتا ہے (رزق) اتارتا ہے۔ اس لیے حکیمِ مطلق نے اپنی منشاء وچاہت کے مطابق کسی کو وسعت وکثرتِ رزق سے نوازا، تو کسی کے حق میں عسرت وتنگیٔ معاش کا فیصلہ فرمایا، اللہ تعالیٰ کی عادلانہ اور منصفانہ تقسیم کے مطابق ہر بندۂ خدا کو فیصلۂ خداوندی کے مطابق راضی اور خوش رہنا ہی عبدیت و بندگی کا تقاضا اور فلاحِ دارین کا وسیلہ ہے، اگر انسان اپنی بندگی کی حقیقت اور خداوند تعالیٰ کی شانِ عظمت کو ملحوظ رکھے تو اسے ہمہ وقت حق تعالیٰ کی بے انتہا نعمتوں اور نوازشوں سے بھرپور زندگی نظر آئے گی؛ لیکن ظلوم وجہول انسان کی فطرت وطبیعت کی ایک کوتاہی یہ ہے کہ اسے موجود

* استاذ حدیث وفقہ ادارہ اشرف العلوم حیدر آباد

نعمتوں کو دیکھنا نصیب نہیں ہوتا؛ بلکہ مفقود وغیر موجود چیزوں کی طرف ذہن ودماغ متوجہ رہتا ہے، جس کی بنا پر ہمیشہ شکوہ وشکایت اور رنج وغم میں ابتلاءاُس کا مقدر بن کر رہ جاتے ہیں۔

طبیعتوں اور مزاجوں کی اسی کمی اور کوتاہی کے علاج کے طور پر حدیثِ مذکور میں نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی موثّر تدبیر تعلیم فرمائی جو نظریہ اور سوچ وفکر کو صحیح رخ دینے کے حوالے سے بلا شبہ تیر بہ ہدف کا مصداق ہے۔

اس حدیث پاک کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں نعمتوں اور نوازشوں کے عطا کیے جانے کے حوالے سے اعلیٰ درجے کے لوگ بھی ہیں، اور محرومی کے حوالے سے ادنیٰ درجے کے لوگ بھی ہیں، اب اگر کوئی انسان اپنی روزمرّہ کی زندگی میں اپنے اور پرائے لوگوں میں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہے جو مال ودولت اور شکل وصورت میں اُس سے کہیں زیادہ اور بہتر ہیں تو دوسری طرف ایسے لوگوں کی بھی بہتات ہے جو اِن چیزوں میں اُس شخص سے کہیں زیادہ کمتر اور ابتر ہیں، ایسی صورت میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم ہے کہ اپنے سے نیچے اور کمتر لوگوں پر نظر کی جائے تو دوسروں سے بہتر حالت میں ہونے کے احساس کے ساتھ ساتھ شکر گزاری کی توفیق ہوگی کہ اللہ نے مجھے تو فلاں سے زیادہ اچھی حالت میں رکھا ہے، ورنہ میں تو اپنے اعمالِ بد اور گناہوں کی وجہ سے اِس قابل بھی نہ ہوتا، جو ہے اور جس حالت میں ہے مالک کی عطاءِ محض اور فضل واحسان ہے، اِس احساس کے ساتھ موجود نعمتوں کی تحقیر بھی نہیں رہے گی؛ جیسا کہ اس جیسی ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اُس شخص کو دیکھو جو مرتبے میں تم سے کمتر ہے، اُس شخص کی طرف نہ دیکھو جو مرتبے میں تم سے بڑا ہے، بس ایسا کرنا تمہارے لیے بہت مناسب ہے؛ تاکہ تم اس نعمت کو جو خدا نے تمہیں دی ہے حقیر نہ جانو، انظروا الی من ھو اسفل منه ولا تنظروا الی من ھو فوقکم فھو اجدر ان لا تزدروا نعمة الله علیکم (ترمذی:2513)

اس لیے ہر شخص دینی حالات میں اپنے سے اوپر لوگوں پر نظر کرے؛ تاکہ عبادت وبندگی میں ترقی ہو سکے، اور دنیاوی معاملات میں اپنے سے نیچے لوگوں پر نظر رکھے؛ تاکہ موجود نعمتوں پر شکر گزاری کی توفیق نصیب ہو۔

اس حکیمانہ تعلیم پر عمل کرنے کی برکت سے انشاءاللہ انسان ہمیشہ اللہ کا شکر گزار بندہ بن کر رہے گا، اور ناشکری (جو کہ بہت بڑا گناہ ہے) سے محفوظ رہے گا۔

حق تعالیٰ ہمیں اپنی نعمتوں کی قدردانی اور شکر گزاری نصیب فرمائے۔ آمین

پیش گفتار

مکاتبِ دینیہ کی اہمیت حالاتِ زمانہ کے تناظر میں

از: مدیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ وبہ نستعین

بار بار یہ بات سامنے آچکی ہے اور آتی ہی جا رہی ہے کہ ملک کے موجودہ حالات اور مخصوص کٹّر پنتھ نظریات کے مدنظر مسلم بچوں کی اسلامی، ایمانی اور فکری تربیت کی ضرورت و اہمیت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے۔ لیکن یہ کام جتنا ضروری ہے اتنا ہی لیت ولعل کا شکار ہو گیا ہے، اب تک قدر ضرورت تو کیا قدر ضرورت کے ایک چوتھائی حصے تک بھی مکاتب قائم نہ ہو سکے، کسی بھی بستی اور اس کی مسلم آبادی کا سروے کر لیا جائے تو اکثر مقامات پر یہ حقیقت سامنے آجائے گی۔

پھر جو مکاتب چل رہے ہیں وہ بھی تعداد و شمار میں زیادہ ہیں، نافعیت و مقصدیت کے حصول میں بہت کم ہیں، یہ صحیح ہے کہ گزشتہ چند سالوں سے بعض فکر مند علماء کرام نے بہت ہی منظم اور مربوط و مرتب طریقے سے مکاتب کے چلانے میں کامیابی حاصل کی ہے، اور ان کا نفع بھی سامنے آرہا ہے لیکن یہ کام ضرورت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو نہایت ہی محدود و مختصر ہے، جبکہ ضرورت کی مقدار یہ ہے کہ ہر باشعور مسلم بچہ اور بچی کی اسلامی مکتب میں حاضری یقینی ہو جائے، بے شک یہ معمولی بات اور آسان کام نہیں ہے لیکن مستقبل میں ملت کا تشخص اور اس کا مذہبی و تہذیبی امتیاز باقی رکھنا ہے تو یہ کام ہزار مشکلات و مانعات کے باوجود کرنا ہی کرنا ہے، اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں کامیاب مکاتب کے علاوہ مسلم نسل نَو کو درپیش ارتدادی خطرات سے بچانے کی کوئی صورت بھی سامنے نہیں ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ پورے ملک کی ہر ریاست اور ہر ریاست کے تمام اضلاع ،قصبات وقرایا تک مکاتب دینیہ کی تحریک کو پہنچا کر ہر ہر مسلم بچے کو اس سے وابستہ کیا جائے ،کمسنی ہی سے ان کے عقیدہ وعمل کو اسلامی رنگ دینے اوران کی فکر وشعور کو توحید ورسالت کے سانچے میں ڈھالنے کی ممکن سعی اور نمایاں کوشش کی جائے ، یہ بات ملک کے نامور مفکرین ؛ داعیین اور علماء ومشائخین گزشتہ نصف صدی سے آنے والے حالات کا اشارہ دیتے ہوئے بار بار کہتے رہے، پوری قوت وبصیرت سے کہتے رہے،خلاف ورزی و پہلوتہی کے بھیانک انجام سے ڈراتے رہے لیکن عوام وعلماء دونوں ہی نے اس کاز کی طرف وہ توجہ نہ دی جو دینی چاہیے تھی، اگر اسی وقت سے ان آوازوں کو صدا بہ صحرا کرنے کے بجائے التفات وتوجہ کے ساتھ سن کر عملی جامہ پہنانے کی کما حقہ کوشش کرتے تو الحاد وارتداد کے جو دردناک مناظر آنکھیں دیکھ رہی ہیں اور تکلیف دہ واقعات کان سن رہے ہیں اُن کی نوبت ہرگز نہ آتی۔

ان بزرگوں کی دور اندیشی ؛ زمانہ شناسی ؛اور تجربات زندگی نے انہیں جو سبق سکھائے تھےاوران کی روشنی میں انہوں نے بروقت اپنے وارثینِ علم و جانشینِ دعوت کو خبر دار کر دیا تھا، ہم نے اگر ان کی تنبیہ وتنذیر کو قبل از وقت یا بعید از حقیقت یا مبنی بر مبالغہ سمجھ رکھا تھا تو خیر وہی سہی مگر اب جب کہ ان کے پیش کردہ اندیشے اور خطرات زمینی حقیقت بن کر سامنے آتے جارہے اور کھلی آنکھوں دیکھے جارہے ہیں اور الحاد وارتداد کی ننگی تلواریں مخصوص ذہنیت وسوچ کے حامل تنظیموں نے مسلمانوں کے سر پر لٹکا دی ہے اور نئے نصابِ تعلیم کے ذریعے ملک کے تمام باشندگان کو قانون سازی کے ذریعے توحید پر شرک کی بالادستی کا ، نیز وسعتِ تہاذیب پر تنگئ مخصوص تہذیب کا زبردستی پابند بنادیا گیا ہے، اب بھی اگر بزرگوں کے ان مشوروں اور راہ نمائیوں کی کوئی اہمیت ہم نہ سمجھ سکے تو اس سے بڑھ کر سنگدلی اور قساوت قلبی کچھ اور نہیں ہوسکتی، اس سے بڑھ کر فرض ناشناسی وقوم فراموشی کی نظیر نہیں مل سکتی۔

فی الحال تو عملی صورتِ حال اور زمینی حقائق یہ ہیں جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا موجودہ مکاتب بقدر ضرورت تو کیا ضرورت کا عشرِ عشیر بھی نہیں ہیں، اور جو ہیں ان میں سے اکثر موثر ومفیدِ مقصد نہیں ہیں روایتی انداز میں چل رہے ہیں، اس لیے تمام نظمائے مدارس؛ صدور مساجد؛ علماء وحفاظ ؛ائمہ وموذنین کو چاہیئے کہ فوری اور ترجیحی بنیادوں پر اپنے اپنے علاقے اور زیر اثر مقامات پر مکاتب کے قیام کی طرف خصوصی توجہ دیں، اگر چہ پہلے کے

مقابلے میں الحمدللہ بہت پیشرفت ہوئی ہے مگر جو کام ہو رہا ہے اس کے اعتراف وتشکر کے ساتھ ساتھ جو کام ہونا باقی ہے اس کی طرف قابل لحاظ پیش رفت کریں کیوں کہ حالات اب کسی انتظار کا بوجھ اٹھانے کے متحمل نہیں ہیں، ابھی تک ہی بہت تاخیر اور مجرمانہ غفلت ہو چکی ہے مزید تاخیر ناقابل برداشت مصائب ومسائل کا سیلاب لاسکتی اور بے دینی وبدعقیدگی کا طوفان کھڑا کرسکتی ہے۔

اس لیے ملک کے تمام خدام دین سے ادباً گزارش ہے کہ

✷ دین کے دیگر کاموں کا قدرِ ضرورت وکفایت پر اکتفا کر کے قوم کے مساعدات، صدقات وعطایا کا بڑا حصہ مکاتب کے قیام پر صرف کریں۔

✷ بالخصوص بے ضرورت تعمیرات میں سرمایۂ ملت کو ضائع کرنے کے بجائے ان کے بچوں کے سرمایۂ دین وایمان کے تحفظ اور پختگی پر لگائیں۔

✷ لڑکوں کے لیے علیحدہ اور لڑکیوں کے لیے علیحدہ مکاتب کا انتظام کریں، جس کے لیے معلمات کو تیار کر کے ان کی خدمات حاصل کی جائیں، مخلوط مکاتب ہرگز بھی مناسب نہیں ہیں، بالخصوص سمجھ دار بچیوں بچوں کے حق میں، خواہ عمر کم ہی کیوں نہ ہوں، جب کہ ایسی بچیوں کا مکتب میں آنا معلم کے لیے بھی کسی خطرے سے کم نہیں ہے۔مکتب کے بچوں کے لیے نصاب چاہے کوئی سا منتخب کرلیا جائے یا خود ہی مرتب کرلیا جائے مگر نظام ایسا ہو کہ ہفتے میں کم از کم ایک دن بچوں کی ذہن سازی کے لیے مختص رہے۔ذہن سازی اس طور پر ہو کہ بچوں کو عقیدۂ توحید، عقیدۂ نبوت ورسالت اور عقیدۂ آخرت اچھی طرح سمجھا کر ذہن نشین کردیا جائے۔ معرفتِ رب؛ محبتِ رسول اور عظمتِ قرآن کے اوصاف ان کے اندر پیدا کئے جائیں۔

✷ ان عقیدوں اور صفتوں کو پیدا کرنے کے لیے سب سے مؤثر ذریعہ احسن القصص یعنی قرآنی واقعات اور احادیث شریفہ میں بیان کردہ سچے واقعات ہیں ان واقعات کو بچوں کے فہم کے مطابق کہانیوں کے انداز میں سنا کر عقائد اسلامی، صفات احسانی کی طرف توجہ مبذول کرائی جائے، اخلاق حسنہ اور تہذیب ومعاشرت کے آداب سے روشناس کرایا جائے۔

✷ سنتیں اور ادعیۂ مسنونہ کو رٹانے پر اکتفا نہ کرتے ہوئے اُن پر عمل کی تاکید کی جائے اور اس کے فوائد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ محبوبیت کے حوالے سے بار بار سنائے جائیں۔

✷ نماز کی عملی مشق کا بھی کبھی کبھی اہتمام کیا جائے۔

✷ اردو زبان پڑھنے لکھنے پر بھی توجہ دی جائے، گرچہ مکتب میں بچے وقت بہت مختصر دیتے ہیں مگر بہتر ترتیب اور استاد کی فکر و دلچسپی سے ان اہداف کے حصول میں کامیابی یقیناً ممکن ہے، نصاب کچھ بھی ہو نظام اچھا ہونا چاہیے۔

✷ مکاتب کے نصاب و نظام کی مشمولات درج ذیل ہو سکتے ہیں:

۱۔ قرآن مجید کی بقدر ضرورت تجوید کے ساتھ تعلیم، فنی کمال بآسانی پیدا ہو جائے تو ٹھیک ورنہ فرض درجے کی تجوید پر اکتفا کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ نماز، روزے کی بنیادی احکام کی تعلیم، یومیہ 10 منٹ اجتماعی طور پر۔

۳۔ ادعیۂ مسنونہ، ایک مختصر سی دعا ایک ہفتے تک چھٹی سے قبل اجتماعی طور پر پڑھائی جاتی رہے، اس کے لئے صرف پانچ منٹ کافی ہیں۔

۴۔ ہفتے میں ایک دن ذہن سازی، یعنی ایمانیات و اخلاقیات کو ذہن نشین کرنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جذباتی لگاؤ پیدا کرنے کی کوشش قرآنی واقعات اور سیرت انبیاء کی روشنی میں۔

۵۔ اگلے مرحلے میں اردو لکھنے پڑھنے کی مشق۔

۶۔ مکتب کم از کم ڈیڑھ گھنٹے کا ہو اور مکمل وقت کام میں استعمال ہو، پھر یہ سلسلہ کم از کم تین سال تک جاری رہے۔

آخر میں یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ یہ انتہائی کام اسی وقت نتیجہ خیز اور مؤثر ثابت ہو سکتا ہے جب کہ معلمین مکتب کی اچھی تربیت ہو اور وہ اس کام کو کسی بھی دنیاوی غرض کے بجائے ملت کا حق اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد فریضہ مان کر اس میدان میں اُتریں، مختصراً یوں عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ کام پیشہ ورانہ طریقے پر آسان نہیں ہو سکتا رضا کارانہ طریقے پر بہت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو توفیق دے۔ آمین

والسلام علی النبی الکریم

گوشۂ سیرت

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سفرِ ہجرت میں چرواہے کی گواہی

از: مرتب*

حضرت قیس بن نعمانؓ سے مروی ہے کہ جس وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صدیقِ اکبرؓ کفارِ قریش سے چُھپ کر ہجرت فرما گئے، راستے میں ایک چرواہے سے ان کی ملاقات ہوئی، انھوں نے اس سے دودھ کی فرمائش کی۔

چرواہے نے کہا: میرے پاس کوئی دودھ دینے والی بکری نہیں ہے۔ البتہ ایک مادہ بکری ہے جو موسمِ سرما کے آغاز میں حاملہ ہوئی ہے۔ وہ سارا دودھ دے چکی ہے اب اس میں کچھ نہیں بچا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اُسے لے آؤ۔ چرواہا اُسے باندھ کر لے آیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُس کے تھنوں پر دستِ مبارک پھیرا، اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی، چناں چہ اس کے تھنوں میں دودھ اُتر آیا۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ ایک برتن لے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دودھ دوہا اور صدیقِ اکبرؓ کو دیا انہوں نے سیرابی حاصل کر لی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دودھ نکالا اور اس چرواہے کو دیا اس نے بھی خوب سیر ہو کر پیا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پھر دودھ نکالا اور نوش فرمایا۔

چرواہا بولا: بتاؤ تم کون ہو؟ میں نے آج تک تمہاری طرح کوئی آدمی نہیں دیکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اگر بتا دیا جائے تو کیا تم اس کو راز رکھو گے؟ اس نے کہا: ٹھیک ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ''محمد'' ہوں۔ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

اس نے کہا: وہی جس کے بارے میں قریش کہتے ہیں کہ ''وہ بے دین ہے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ ایسا ہی کہتے ہیں

اس نے کہا: اشھد انک نبی و اشھد ان ما جئت به حق۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے نبی ہیں، اور آپ جو دین کے لے کر آئے وہ برحق دین ہے۔ اور آپ نے جو کیا ہے وہ صرف ایک پیغمبر ہی کر سکتا ہے۔ میں آپ کا تابع فرماں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ابھی تم اس کا اظہار نہیں کر سکو گے، جب تمہیں پتہ چلے کہ میں غالب آ چکا ہوں۔ تب چلے آنا۔ (دلائل النبوۃ: ۲/ ۳۶۴)

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

گوشۂ خواتین

اسلام کی باکمال خواتین

حضرت سمیراء بنت قیسؓ والدہ شہداء احد نعمانؓ اور سلیمؓ کی والدہ

از: مولانا مفتی رفیع حنیف صاحب قاسمی*

حضرت سمیراء بنت قیسؓ انصاری صحابیہ ہیں، وہ اُن دو عظیم بیٹوں کی ماں تھیں جنھوں نے غزوۂ احد میں جامِ شہادت نوش کیا، اور غزوۂ بنی قریظہ میں بھی شریک ہوکر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں انعام سے سرفراز ہوئیں۔

نام ونسب:

اِن کا نام سمیراء بنت قیسؓ بن مالک بن کعب بن عبدالاشہل ہیں، بعض روایتوں میں ان کا نام سمراء بھی آیا ہے، ان کی والدہ کا نام سلمٰی بنت اسود بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار تھا، جو قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتی تھیں۔ یہ صحابی رسول ابوطلحہ زید بن سہلؓ کی چچی بھی ہوتی ہیں۔

(الطبقات الکبری لابن سعد: السمیر اء بنت قیس: ۸/ ۳۲۳، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

خاندان

ان کی پہلی شادی عبد بن عمرو بن مسعود سے ہوئی، جن سے ان کے بیٹے ''نعمان'' اور ''ضحاک'' اور ''قطبہ'' (جو بئر معونہ میں شہید ہوئے) اور ایک بیٹی ''سعیدہ (ام الریاع) تولد ہوئے۔

پھر بعد میں ان کی دوسری شادی حارث بن ثعلبہ سے ہوئی جن سے ''سلم یا سُلیم'' (جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور غزوہ احد میں شہید ہوئے) ایک بیٹی ''ام الحارث'' پیدا ہوئیں۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، سمیراء بنت قیس: ۸/ ۱۸۹، ابن حجر، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

ایمان اور بیعت

حضرت سمیراء رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی، وہ ان خواتین

* استاذ فقہ وادب: ادارہ کہف الایمان ٹرسٹ، بورہ بنڈہ، حیدرآباد

میں شامل تھیں جنہوں نے ابتدائی دور میں دین اسلام کی خدمت کی، غزوات میں شریک رہیں۔

غزوہ احد اور صبر کا عظیم مظاہرہ

واقدی کی روایت کے مطابق یہی وہ صحابیہ رضی اللہ عنہا جن کے دو بیٹے (نعمان بن عبد عمرو اور سلیم بن حارث) غزوۂ احد میں شہید ہوئے، جب انہیں ان کے بیٹیوں کی شہادت کی خبر دی گئی تو انہوں نے برجستہ پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہے؟

لوگوں نے بتلایا: الحمدللہ، وہ خیریت سے ہیں جیسا آپ چاہتی ہیں۔

تو انہوں نے کہا: مجھے دکھلاؤ، میں انہیں دیکھنا چاہتی ہوں، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ کیا گیا اور انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرف دیدار حاصل کیا تو اپنا وہ مشہور زمانہ قول کہا جو تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے، جس سے صحابہ اور صحابیات کی محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انتہا کا علم ہوتا ہے، فرمانے لگیں: ''کل مصیبۃ بعدک جلل یارسول اللہ'' (آپ کے بعد ہر مصیبت چھوٹی ہے اے اللہ کے رسول!

یہ فقرہ ان کے گہرے عشقِ رسول، محبتِ رسول اور صبرِ جمیل کی نشانی ہے۔

اس کے بعد وہ اپنے دونوں شہید بیٹوں کو اونٹ پر لاد کر مدینہ پہنچی، راستے میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات ہوئی، انہوں نے دریافت کیا: کیا خبر لائی ہو؟ تو فرمانے لگیں: الحمدللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ خیر ہیں، شہداء کا اللہ نے انتخاب کیا اور کفار کو اللہ نے نامراد لوٹا دیا ''وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ'' اور اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: یہ دونوں میرے بیٹے ہیں، لے جارہی ہوں۔

(مغازی الواقدی، غزوۃ احد: ۱/ ۲۳۲، دارالاعلمی، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ: ۱۹۸۹/ ۱۴۰۹)

ابن کثیرؒ نے البدایۃ والنہایۃ میں ابن اسحاق کی روایت سے یہ نقل کیا ہے کہ اس غزوہ میں ان کے شوہر، ان کے بھائی اور ان کے والد کی شہادت ہوئی تھی، اس کا محقق علی شیری نے انکار کیا ہے اور یہ بتلایا ہے کہ غزوۂ احد میں شہید ہونے والے سمیراء کے دونوں بیٹے نعمان بن عبد عمرو اور سلیم بن الحارث ہی تھے اور بنو دینار کے ان دونوں کے علاوہ کی شہادت کا ابن اسحاق نے بھی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ ان کے شوہر حارث بن ثعلبہ اس وقت حیات تھے، سلیم انہیں کے بیٹے ہیں'' وأنه لم یجد فی الأسماء التی ذکرت فیمن استشهد یوم أحد اسم زوجها، وكانت تحت الحارث بن ثعلبة، وسليم ابنه۔

(البدایۃ والنہایۃ: فصل فی عدد الشہداء: ۴/ ۵۴، تحقیق: علی شیری، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

غزوہ بنی قریظہ میں شرکت

یہ ان سات عظیم خواتین میں شامل ہیں، جنہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ بنی قریظہ کے موقع سے مال غنیمت میں بطور انعام حصہ دیا تھا (حالاں کہ مَردوں کی طرح عورتوں کا کوئی باقاعدہ حصہ مقرر نہ تھا)۔

۱۔صفیہ بنت عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی۔

۲۔ام عمارہ نسیبہ بنت کعب مازنیہ۔

۳۔ام سلیط۔

۴۔ام العلاء

۵۔سمیراء بنت قیس۔

۶۔ام سعد بن معاذ۔

۷۔کبشہ بنت رافع۔

(امتاع الأسماع، امر السبی: ۱/ ۲۵۳، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الاولی: ۱۴۲۰ھ، ۱۹۹۹م)

وفات

ان کی وفات کے سلسلے میں مزید معلومات نہیں ملتی۔

اعمال کے ضائع ہونے کے تین سبب

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ سے کسی نے شکایت کی کہ اعمال کی رغبت نہیں ہوتی، پہلے ہوتی تھی اب ختم ہوگئی۔ اس پر حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ: عامۃً اس کے اسباب تین ہوتے ہیں:

۱) ناجنس کی صحبت، ۲) ناموافق غذا، ۳) معصیت کا صدور

آپ دیکھ لیں ان میں سے جو بات ہو اس کی مکافات کی پوری کوشش کریں۔

(ملفوظاتِ فقیہ الامت: قسط ثالث ص: ۳۹)

اصلاحی مضامین

ہندو مذہب اور عقیدۂ توحید

از: فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ العالی

آر ایس ایس ہندو احیاء پرستی کی دعوت دینی والی قدیم تنظیم ہے، جس پر سو سال کا عرصہ گزرنے والا ہے، یہ پوری طرح ''ہٹلر'' کی سوچ پر مبنی ہے، یعنی اپنے مقصد کو ہر قیمت پر حاصل کرنا، اس کے لئے ہر طرح کے ظلم کو روا رکھنا اور موقع وسہولت کے لحاظ سے حکمتِ عملی اختیار کرنا، وہ انگریزوں کے دور میں ان کی مدد کرتی رہی اور بار بار معافی مانگ کر اپنے آپ کو جیل سے بچانے کی کوشش کرتی رہے، اور آج اپنے آپ کو سب سے بڑی دیش بھکت تنظیم کہتی ہے۔

موجودہ وقت میں آر ایس ایس کے موجودہ سرسنچالک جناب موہن بھاگوت صاحب ہیں، جو کم بولتے ہیں اور کافی تول کر بولتے ہیں؛ لیکن افسوس کہ ان کی بات میں بہت زیادہ تضاد بھی ہوتا ہے، صاف محسوس ہوتا ہے کہ ان کا اصل نظریہ تو وہی ہے، جو ہندوتوا کا ہے، جس کا بنیادی عنصر اقلیتوں کے بارے میں نفرت اور تشدد ہے؛ لیکن وہ اپنی بات کو گُھما پھِرا کر کچھ اس طرح پیش کرتے ہیں کہ بہت سی دفعہ سادہ لوح مسلمان دھوکہ کھا جاتے ہیں، اس کا ایک نمونہ ان کی وہ گفتگو ہے، جو انھوں نے آر ایس ایس کے سو سال مکمل ہونے پر کی ہے، انھوں نے بعض ایسے جملے بھی کہے،، جو مسلمانوں کے لئے خوش کن ہیں، جیسے یہ کہ ''مسلمان اس ملک سے ختم ہونے والے نہیں ہیں، وہ ہمیشہ رہیں گے'' اس سے پہلے انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اس ملک کے ہندوؤں اور مسلمانوں سبھی کا ڈی این اے ایک ہی ہے؛ مگر اس کے ساتھ ساتھ کاشی اور متھرا کا دعویٰ بھی ان کی زبان پر رہتا ہے، پہلے تو وہ کہتے تھے کہ ہندو ایک کلچر ہے، مذہب نہیں، ہندوستان میں پیدا ہونے والا ہر شخص ہندو ہے؛ لیکن اس بار انھوں نے جو باتیں کہیں اس میں ایک یہ بھی ہے کہ جو لوگ خدا کو ایک مانتے ہیں، وہ ہندو نہیں ہو سکتے، گویا عقیدۂ توحید اور ہندو مذہب دو متضاد چیزیں ہیں، اگرچہ کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو ''ہندو'' کہلانے کا کوئی شوق نہیں ہے؛ بلکہ وہ اس کو پسند بھی نہیں کریں گے؛ لیکن خود ہندو بھائیوں کو سمجھنا چاہئے کہ عقیدۂ توحید کی اہمیت کیا ہے؟ اور اُن کے

* صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

مذہب میں توحید کا تصور موجود ہے یا نہیں ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ خود ہندو مذہب میں بھی توحید کا تصور موجود ہے، اور ویدوں کے بعض اشلوک تو اتنے واضح ہیں کہ گویا قرآن مجید کا ترجمہ ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ تو بس وہی ایک ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ کھلی ہوئی اور چھپی ہوئی ہر بات کو جانتا ہے (حشر:۲۲) اور رِگ وید میں ہے۔ ''جو ایک ہے، انسان کو دیکھنے والا ہے، اسی کی تعریف کرو'' ۔ (رِگ وید۱۶: ۵-۴-۶) اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قل هو الله احد: کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے (اخلاص:۱) اتھر وید میں ہے: وہ ایشور ایک ہے اور حقیقت میں وہ ایک ہی ہے'' (اتھر وید: ۱۲:۴-۱۴) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرو: أن لا تعبدوا الا الله (ھود:۲) اور رِگ وید میں ہے: اے لوگو! پرمیشور کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کرو (رِگ وید:۱:۱:۸)

یہ اور اس طرح کی بہت سی تصریحات ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو مذہب کی حقیقی تعلیمات توحید پر مبنی ہیں؛ مگر جیسے بہت سی قوموں نے اپنے مذہب کی حقیقی تعلیمات سے منھ موڑ لیا، ہندو مذہب کی صورت حال بھی اس سے مختلف نہیں ہے؛ اس لئے انھوں نے ایک کے بجائے سیکڑوں بلکہ کروڑوں خدا گڑھ لئے ہیں۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہندو شمار کئے جانے والے کئی فرقے ایسے ہیں، جو شرک و بت پرستی کے قائل نہیں ہیں، ان میں سرفہرست ''آریہ سماج'' کے لوگ ہیں، جو کھل کر بت پرستی کی مخالفت کرتے ہیں اور مورتی پوجا کو تسلیم نہیں کرتے، پنڈت دیانند سرسوتی نے اس بارے میں بہت تفصیل سے لکھا ہے اور اپنے ہاتھوں تراشے ہوئے دیویوں دیوتاؤں کے بارے میں اتنے سخت الفاظ لکھے ہیں کہ مسلمان علماء نے بھی کبھی ایسے الفاظ استعمال نہیں کئے، اسی تحریک کے داعیوں میں سوامی سردھانند اور لالہ لاجپت رائے ہیں۔

اسی طرح برہمو سماج (Brahimo Samaj) ہے، جس کی بنیاد ۱۸۲۸ء میں راجہ رام موہن نے رکھی، اور اس تحریک میں ٹیگور اور کشیپ چندر سین جیسی شخصیتیں شامل ہیں، ہندو سماج میں بت پرستی اور ذات پات کی تحریک کے خلاف اٹھنے والی اہم تحریکوں میں پندرہویں صدی میں ''سنت کبیر'' کے ذریعہ وجود میں آنے والی ''کبیر پنت'' تحریک بھی ہے، یہ گروہ مورتی پوجا اور ذات پات کے خلاف تھا، اس میں بھی بڑی بڑی شخصیتیں پیدا ہوئیں۔

اور آج بھی اس کے لاکھوں پیروکار موجود ہیں، ہندو قوم میں جن لوگوں نے مورتی پوجا کی شدت سے مخالفت کی، ان میں ایک اہم نام ''لنگایت'' فرقہ ہے، جس کی بنیاد بارہویں صدی میں ''بساونّا'' نے رکھی، اس کا اثر زیادہ تر کرناٹک میں رہا، اور آج بھی کروڑوں کی تعداد میں اس کے متبعین موجود ہیں، پندرہویں، سولہویں

صدی میں روی داس نے عقیدۂ توحید کی تائید اور مورتی پوجا کی مخالفت میں ایک گروہ کی بنیاد رکھی، جس کو ہندوستان کے وسطی علاقہ اور پنجاب میں قبولیت حاصل ہوئی اور آج بھی اس کے ماننے والوں کی ایک معتد بہ تعداد موجود ہے؛ اس لئے یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ہندو ہونے کے لئے بت پرستی ضروری ہے۔

اسی طرح سکھ، جین اور بودھ جن کو ملک کے دستور میں زبردستی ہندو قرار دے دیا گیا ہے، یہ سبھی حضرات عقیدۂ توحید کے قائل تھے اور بت پرستی کو درست نہیں سمجھتے تھے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہندو مذہبی رہنما نعروں میں کھو جانے کے بجائے حقیقت پسندی کے ساتھ غور کریں اور اپنی کتابوں میں لکھی ہوئی سچائی کو قبول کریں تو یہ بات ان کے لئے دنیا میں بھی بہتر ہوگی اور آخرت میں بھی۔

اسلام کا تصور اس سلسلہ میں بالکل واضح ہے، اور اس کا بنیادی عقیدہ ہے کہ اس کائنات کو ایک ذات نے پیدا کیا ہے، اور وہی خدا ہے، وہ ایک ہے، اپنی صفات میں بے مثال ہے، اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی قدرت میں ہے، کوئی جاندار یا پودا یا کوئی اور چیز نہ اس کے فیصلے کے بغیر پیدا ہوتی ہے اور نہ اس میں اس کے حکم کے بغیر کوئی تبدیلی آتی ہے، مثلاً انسان ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے، پھر بچپن سے جوانی تک کا اور جوانی سے بوڑھاپے تک کا سفر طے کرتا ہے اور آخر میں اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے، یہ جتنے واقعات پیش آتے ہین اور جتنی تبدیلیاں ہوتی ہیں، وہ اللہ ہی کے حکم سے ہوتی ہیں، اسی کو ''عقیدۂ توحید'' کہتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کا یقین کرنا۔

عقیدۂ توحید کے مقابلہ میں دو غلط نظریات دنیا میں پہلے بھی رہے ہیں اور آج بھی پائے جاتے ہیں، ایک: خدا کا انکار، یعنی یہ کہنا کہ کوئی خدا ہے ہی نہیں، دنیا اپنے آپ پیدا ہوئی ہے اور اپنے آپ چل رہی ہے، یہ بات دن رات کے مشاہدہ کے خلاف ہے، جو بھی چھوٹی بڑی چیز دنیا میں وجود میں آتی ہے، وہ کسی بنانے والے کے ذریعہ وجود میں آتی ہے، ہمارا دور سائنسی ترقی کے عروج وکمال کا دور ہے، ہر شعبۂ زندگی میں نئی نئی اور حیرت انگیز چیزیں ایجاد ہو رہی ہیں؛ لیکن تاریخ کے صفحات نے ان لوگوں کے نام بھی محفوظ کئے ہیں، جن کے سراُن کو ایجاد کرنے کا سہرا ہے، کیا ہزاروں لاکھوں ایجادات میں ایک چیز بھی ایسی ہے، جو بغیر کسی موجد کے خود بہ خود وجود میں آ گئی ہو؟ اس لئے خدا کو ماننا عقل وفطرت کا تقاضہ ہے اور یہ بات ناممکن ہے کہ اتنی منظم اور آپس میں مربوط کائنات کسی منتظم کے بغیر چل رہی ہو۔

دوسرا نظریہ یہ ہے کہ خدا ہے؛ مگر کئی، اتنی بڑی کائنات کو چلانے کے لئے ان کے خیال میں ایک خدا کافی نہیں ہو سکتا، بعض قومیں دو خدا کی قائل ہیں اور بعض تین کی، اور ہندو برادران وطن کے یہاں تو خداؤں کی تعداد

تین کروڑ سے بھی متجاوز ہے، روزی کے لئے الگ خدا ہے، علم کے لئے الگ خدا ہے، طاقت کے لئے الگ خدا ہے، فائدہ پہنچانے کے لئے الگ خدا ہے اور نقصان پہنچانے کے لئے الگ، پھر جو قومیں شرک کرتی ہیں وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے خیال کے مطابق خدا کو بناتی ہیں اور مورتیوں کی پوجا کرتی ہیں، ایسی چیزوں کو معبود مانتی ہے، جن میں ایک مکھی کو بھی ہٹانے کی صلاحیت نہیں ہے، ظاہر ہے کہ یہ تصور پوری طرح عقل کے خلاف ہے، ایک ملک میں دو فرمانروا ہو جائیں تو حکومت نہیں چل سکتی، تو خداؤں کی اتنی بڑی فوج مل کر کیسے کائنات کے نظام کو چلا سکتی ہے؛ اس لئے آج تک خدا کے ساتھ کئی شریکوں کے وجود پر کوئی دلیل پیش نہیں کی جا سکی، خدا کے لئے ماں، باپ، بیوی، بچوں کو ماننا بھی شرک ہی کی صورت ہے؛ کیوں کہ جس کا باپ ہو، شوہر ہو یا اولاد ہو، وہ اولاد کا، بیوی کا، ماں باپ کا محتاج ہوتا ہے، اور خدا کی ذات وہ ہے، جو ہر طرح کی ضرورت سے بالاتر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ عقیدۂ توحید عقل، فطرت اور تمام مذہبی صحائف کے نزدیک متفق علیہ اور مسلّم تصور ہے، اور اسی پر قائم رہنے میں دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے، لاکھوں درود و سلام ہو ہم سب کے آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کہ آپ نے ہمیں دین کا ایک ایسا واضح تصور دیا کہ جب دوسرے مذاہب کو دیکھتے ہیں تو بے حد شکر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور دوسروں کی بے عقلی پر ہنسی آتی ہے۔

(بہ شکریہ بصیرت آن لائن پورٹل)

سب کی طرف سے دل صاف رکھ

حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ ایک دفعہ فرمایا کہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یا بُنيَّ إن قدرتَ أن تصبِحَ وتمسيَ ليسَ في قلبكَ غِشٌّ لأحَدٍ فافعل یعنی اے بیٹے! اگر تو صبح و شام اس حال میں کر سکے کہ تیرے قلب میں کسی کی طرف سے کدورت نہ ہو تو کر گذر۔ (ترمذی: 2678)

مطلب یہ کہ سب کی طرف سے دل صاف رکھ اس میں کتنی بڑی نصیحت اور خیر خواہی ہے کہ کسی مومن کی طرف سے اس کے قلب میں کوئی میل نہیں سب کی طرف سے قلب صاف ہے۔

اصلاحی مضامین

سچ کی اہمیت جھوٹ کی مذمت

از: مولانا محمد طلحہ قریشی قاسمی*

حقیقت کے مطابق کی گئی بات سچائی کہلاتی ہے جسے عربی میں صدق کہا جاتا ہے حقیقت کے برعکس کہی جانے والی بات جھوٹ کہلاتی ہے جسے عربی میں کذب کہا جاتا ہے۔ سچائی ایک ایسی عمدہ خوبی ہے کہ جس کی اہمیت ہر مذہب و ہر دور میں یکساں طور پر مسلم رہی ہے، جس کے بغیر انسانیت نا تمام ہے اور یہ ایک ایسی ابدی صفت ہے جو لوگوں میں اعتماد پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرتی استحکام کو بڑھا کر انسان کو سکون واطمینان بخشتے ہوئے اسے عزت واحترام کی معراج پر پہونچا دیتی ہے اور بندہ دھیرے دھیرے رب کریم کے نزدیک صدیقین میں گردانا جاتا ہے۔

جبکہ اس کے برعکس جھوٹ ایک ایسا ناپسندیدہ فعل ہے جو لوگوں میں بداعتمادی پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرتی تعلقات کو بگاڑ کی طرف لے جاتا ہے اور ملائکہ حفظہ سے محرومی شیطانِ رجیم کے دام فریب میں پھنسا کر ذاتی نقصان اخلاقی زوال سماجی بگاڑ ہلاکت وبربادی کے دہانے پر ابن آدم کو لا کھڑا کرتا ہے نیز فرامینِ نبوی کے مطابق جھوٹ تو ام الامراض یعنی (گناہوں کی جڑ ہے) اور انسان رحمان ورحیم کی نظر میں دھیرے دھیرے کذّاب شمار ہوکر بسا اوقات نور ہدایت سے بھی محروم ہوجاتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۳ (الزمر) اللہ کسی ایسے شخص کو راستے پر نہیں لاتا جو جھوٹا ہو کفر پر جما ہوا ہو۔

اسی لیے شریعت مطہرہ میں اس کی طرف خصوصی توجہ دی گئی جیسا کہ نصوصِ قرآنیہ واحادیثِ نبویہ میں اس کی بکثرت تاکید ملتی ہے اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ خود خداوندِ قدوس نے اپنی ذات کو وصفِ صدق کے ساتھ متصف فرمایا، ارشاد باری ہے: وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۸۷ اللہ سے زیادہ سچی بات کون کرسکتا ہے۔ (النساء)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عطاء خلعتِ نبوت سے قبل ہی سچائی کا خوگر بننا یہ سچائی کے وصفِ عظیم ہونے پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے اور کیوں نہ ہو کیوں کہ سچائی اعلیٰ انسانی صفت اور اخلاقِ حسنہ کی سب سے بڑی علامت ہے۔

* استاذ شعبہ عالمیت، جامعہ اشاعت الخیر، شاہین نگر، حیدرآباد

آیاتِ قرآنیہ

آیئے ذیل میں ہم چند نصوص قرآنیہ وفرامینِ نبویہ کا مطالعہ کرتے ہیں کہ سچائی کے سلسلے میں کتابِ ہدایت شارعِ شریعت کا کیا کہنا ہے۔

(۱)ارشاد باری ہے: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ﴿۱۱۹﴾ (التوبہ) اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہوجاؤ۔

نیز انبیاء علیہم السلام کی تعریف وتوصیف اسی صفت حسنہ سے بیان کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا:

(۲) وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِبْرٰهِیْمَ۬ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا﴿۴۱﴾ (مریم)

اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی خوبیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے۔

(۳) وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ٘ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا﴿ۚ۵۴﴾ (مریم)

تو کہیں حضرت ادریس علیہ السلام کی مدح سرائی میں۔

(٤) وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِدْرِیْسَ٘ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا﴿ۗۙ۵۶﴾ (مریم)

اور کبھی حضرت مریم کی صداقت کا اعلان کرتے ہوئے۔

(۵) وَاُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌؕ (مائدہ ۷۵) فرمایا

تو کہیں صفت صدق سے متصف نفوس قدسیہ کو (٦) لِّیَجْزِیَ اللّٰهُ الصّٰدِقِیْنَ بِصِدْقِهِمْ۔ (احزاب:۲۵) اور (۷) هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْؕ (مائدہ:۱۱۹) فرماکر ان کے لیے حصولِ نجات وعلوّ مرتبت اور انبیاء سے قربت کا مژدہ سنایا۔

احادیث نبویہ

(۱) "عن عبد الله قال: قال رسول الله ﷺ: "عليكم بالصدق، فإن الصدق يهدي إلى البر، وإن البر يهدي إلى الجنة، وما يزال الرجل يَصدُق حتى يُكتبَ عند الله عز وجل صدّيقاً، و إياكم و الكذب، فإن الكذب يهدي إلى الفجور، وإن الفجور يهدي إلي النار." (مسند أحمد:3/524)

ہمیشہ سچ بولو! کیوں کہ سچ نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف، ایک شخص مستقل سچ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ عند اللہ سچا لکھ دیا جاتا ہے، اور جھوٹ سے بچو، کیوں کہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آيَةُ المُنَافِقِ ثَلاَثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ (بخاری:33)

منافق کی علامتیں تین ہیں۔ جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے اس کے خلاف کرے اور جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔

(۳)"عن أبي برزة قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: "ألا إن الكذب يسود الوجه (ابن حبان:1/209)

روایت میں آتا ہے کہ جھوٹ انسان کے چہرہ کو کالا کر دیتا ہے (رسوا کر دیتا ہے)

(٤) إِنَّ الصِّدْقَ مَنْجَاةٌ، وَإِنَّ الْكَذِبَ مَهْلَكَةٌ (کنز العمال:9104)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" بے شک سچائی نجات ہے اور جھوٹ ہلاکت ہے۔"

الغرض اس جیسی آیات واحادیث سے کتب اسلامی بھری پڑی ہیں جن میں سے چند بطور نمونہ آپ کے زیر مطالعہ ہے جو سب کی سب سچائی کی اہمیت وفضیلت اور دروغ گوئی کی مذمت ولعنت پر بیان کرتی ہیں۔

سچ اکابرین امت کی نظر میں

سچ کو مت چھپاؤ اور جھوٹ مت بولو۔ (حضرت سلیمان علیہ السلام)

دس خصلتیں رب کریم کو بہت پسند ہے جن میں سے ایک سچ بولنا ہے۔ (حضرت ابوبکر صدیقؓ)

سچائی ہمیشہ نجات دیتی ہے۔ (حضرت علیؓ)

سچائی کی مشعل سے فائدہ اٹھاؤ۔ (حضرت عائشہؓ)

سچ بولو گے نیت اور فعل میں سچائی رکھو گے تو جواں مرد کہلاؤ گے۔ (حضرت اویس قرنیؒ)

مجھے فصیح وبلیغ جھوٹے سے بدکار سچے کی صحبت زیادہ پسندیدہ ہے۔ (حضرت جنید بغدادیؒ)

سچائی کی قسمیں

اہلِ علم نے سچ کی چند اقسام کو بیان کیا ہے:

۱۔ الصدق فی العمل (یعنی اللہ کے ساتھ سچ)

اللہ کے ساتھ سچ یہ ہے کہ انسان اپنی نیت کو خالص کرے اور اپنے ہر عمل کو اللہ کے لیے کرے شائبہ ریاء سے بھی بچے اور ہر حکم از روئے شرع کرے۔

۲۔الصدق فی الأقوال (یعنی لوگوں کے ساتھ سچ)

لوگوں کے ساتھ سچ یہ ہے کہ جب بھی لوگوں کے ساتھ بات چیت کرے تو کذب بیانی ودروغ گوئی وقول زور سے اجتناب کرے۔

۳۔الصدق فی الحال (یعنی خود سے سچ)

یہ ہے کہ اپنے سے جب کوئی برائی سرزد ہو جائے تو خود کو ملامت کرنی چاہیے یعنی انسان کو خود احتسانی کا عمل جاری رکھنا چاہیے۔

فوائدِ صدق

علماء کرام نے سچائی سے حاصل ہونے والے بہت سے قیمتی فوائد کو بیان کیا ہے جن میں سے چند درج ذیل ہے۔

(۱)رضائے الٰہی کا حصول (۲)حصول عزت و احترام (۳)معیت انبیاء(٤) وسعت رزق (٥) حفاظت از معصیت (٦) خاتمہ بالخیر (٧) حفاظت از عذاب....

خلاصہ کلام

ان آیات ربانی وفرامین نبوی ﷺ کو پیش نظر رکھتے ہوئے امت مسلمہ کے ہر فرد کو چاہیے کہ وہ اوران کے ماتحت اپنی زندگی کے ہر شعبے(ذاتی: معاشرتی: ملی: معاملاتی) میں سچ کو اپنا لائحۂ عمل نصب العین بنائے کیوں کہ یہی فرد سے لے کر افراد تک ،اندرون خانہ سے لے کر نظام خاندان تک کی اصلاح کا مؤثر کن آلہ ہے تب کہیں جا کر ایک پاکیزہ معاشرہ وجود میں آ سکتا ہے اور ظلم وجور کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔

اللہ پاک ہمیں عقل کا کمال، اکل حلال، اور بطور خاص صدقِ مقال کی نعمتِ عظمٰی سے سرفراز فرمائے۔
آمین یارب العالمین

اصلاحی مضامین

اسلام میں انسانی حقوق

از: مولانا محمد عبدالرشید طلحہ نعمانی قاسمی*

اسلام اپنے پیروکاروں کی زندگی کو صرف عبادات مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، اور دعوت وتبلیغ تک محدود نہیں رکھتا؛ بلکہ یہ ہمیں اُس راستے پر گامزن ہونے کی ہدایت دیتا ہے جس پر انسانیت کے سب سے عظیم محسن حضرت محمد ﷺ تھے؛ جن کی مبارک زندگی ساری انسانیت کے لیے نمونہ اور اسوہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کا روشن اور مثالی پہلو یہی ہے کہ آپ نے صرف نماز وروزے کی تلقین نہیں کی؛ بل کہ حقوق انسانی کا جامع تصور پیش کیا، اس حوالے سے امت کو پیغام دینے کے ساتھ ساتھ عملی میدان میں خود بھی کام کیا اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس کی تلقین فرمائی۔

اسلام میں نیکی کا جو جامع تصور پیش کیا گیا ہے؛ اس میں خدمت خلق، حقوق انسانیت، رہن سہن اور معاشرت بھی ایک لازمی حصہ ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں: نیکی صرف یہی نہیں کہ آپ لوگ اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرلیں؛ بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے، اللہ کی محبت میں اپنا مال قرابت داروں، یتیموں، محتاجوں، مسافروں، سوال کرنے والے (حقیقی ضرورت مندوں)، اور غلاموں کی آزادی پر خرچ کرے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں اور جب کوئی وعدہ کریں تو اسے پورا کرتے ہیں۔ سختی، مصیبت اور جہاد کے وقت صبر کرتے ہیں، یہی لوگ سچے ہیں اور یہی متقی ہیں۔ (البقرہ:177)

پرسکون اور اطمینان بخش زندگی گزارنے کے لیے اسلام نے انسانوں کے جذبات و احساسات کی قدردانی اور باہمی احترام ورواداری کو قائم کرنے کی قدم قدم پر تاکید کی ہے، نیز ہر ایسے عمل سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے، جس سے انسانی جذبات مجروح ہوتے ہوں اور انسانوں کو معمولی اذیت پہنچتی ہو۔ دین اسلام میں انسانیت کو کتنا بڑا مقام دیا گیا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں پر تمام انسانوں کے حقوق متعین کیے ہیں، والدین کے حقوق، اولاد کے حقوق، میاں بیوی کے حقوق، یتیموں کے

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

حقوق، غیر مسلموں کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق، مہمانوں کے حقوق، مسافروں کے حقوق؛ غرض سبھی کے جملہ حقوق کا تعین کیا ہے اور ان کو پورا کرنے کی وصیت کی ہے۔

اگر انسان آپس میں ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کرے تو دنیا میں فساد ضرور برپا ہوگا، مثلاً بادشاہ اور حاکم اپنے حقوق ادا نہ کریں تو رعایا کی زندگی تکالیف ومشکلات کا شکار ہوجائے گی۔ شوہر بیوی کے حقوق ادا نہ کرے تو بیوی کی زندگی دنیا ہی میں جہنم بن جائے گی، بیوی شوہر کے حقوق ادا نہ کرے تو شوہر کی زندگی کا سکون غارت ہوجائے گا، پڑوسی ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کریں تو محبت وامن کی فضا مکدر ہوجائے گی۔ اسی طرح مسلم غیر مسلموں کے حقوق ادا نہ کریں تو دنیا تعصب وعناد اور فتنہ وفساد کے جنگل میں تبدیل ہوجائے گی، امیر لوگ غریبوں کے حقوق ادا نہ کریں تو غریبوں کی زندگی فاقہ کشی کا شکار ہوجائے گی، بالکل اسی طرح ماں باپ اولاد کے حقوق ادا نہ کریں تو اولاد نافرمان، باغی، دین سے دور اور والدین کے لیے مصیبت ووبال بن جائے گی اور اولاد ماں باپ کے حقوق ادا نہ کرے تو ماں باپ کو بڑھاپے میں سہارا اور سکون نہیں ملے گا؛ غرضے کہ دنیا میں فساد ہی فساد برپا ہوجائے گا اور امن قائم نہ رہ سکے گا، پس امن کو قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ تمام انسان ایک دوسرے کے وہ تمام حقوق جو اللہ تعالیٰ نے لازم کیے ہیں ادا کرتے رہیں۔ یہی اسلام کی اولین تعلیم اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مقصدِ بعثت ہے، حالی مرحوم نے اس حوالے سے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہُدا کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا
وہی دوست ہے خالقِ دو سرا کا
خلائق سے ہی جس کو رشتہ ولا کا
یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

آج ہمارا اصل المیہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی تعلیمات سے ہم خود بھی آگاہ نہیں ہیں اور دنیا کو بھی ان سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہمیں صحیح طور پر محسوس نہیں ہورہی۔ ورنہ حقوق کا جو جامع اور متوازن تصور دین اسلام نے دیا ہے دنیا کے کسی نظام میں اس کا کوئی متبادل نہیں ہے۔ آیئے اختصار کے ساتھ دین اسلام کے صرف معاشرتی حقوق پر ایک نظر ڈالی جائے!!

جانوروں کا حق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: بنی اسرئیل میں ایک بدکار عورت ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے سے

جنت میں چلی گئی؛ جب کہ بنی اسرائیل ہی کی ایک پارسا عورت ایک بلی کو محبوس کر کے بھوک پیاس سے مار دینے کے سبب جہنم رسید ہوئی۔ (ترمذی)

انسان کا حق

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کامل مومن وہ ہے جس کی ایذا سے لوگ مامون و محفوظ ہوں۔ (بخاری) نیز یہ بھی فرمایا: بہترین انسان وہ ہے جس سے دوسرے انسانوں کو فائدہ پہنچے۔ (کنز العمال)

مسلمان کا حق

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں: (۱) ملاقات ہونے پر سلام کرنا (۲) چھینک آنے پر رحمت کی دعا دینا (۳) بیماری میں عیادت کرنا (۴) مرنے پر جنازے میں شرکت کرنا (۵) جو اپنے کو پسند ہو، وہی اپنے مسلمان بھائی کے لیے پسند کرنا۔ (ترمذی)

مصیبت زدہ، مشکلات کا شکار اور مجبور کا حق

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو دنیا میں کسی مصیبت زدہ سے کسی دنیاوی تکلیف اور مصیبت کو دور کر دے (یا دور کرنے میں مدد کر دے) تو اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن اُخروی مصیبت کو ہٹا دیں گے۔ نیز جو دنیا میں مشکلات میں گھرے ہوئے کسی شخص کے لیے آسانی پیدا کرنے کی کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے (دونوں جہاں کی) آسانیاں پیدا فرما دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ اس بندے کی مسلسل مدد فرماتے ہیں جو کسی اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔ (ترمذی)

ماتحتوں کا حق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کسی کا کوئی غلام ہو تو اس غلام کو وہی لباس پہنائے جو خود پہنتا ہے، وہی کھانا کھلائے جو خود کھاتا ہے۔ ان کے ذمہ اتنا کام نہ لگائے جو اس پر غالب آئے، (اگر وقتی ضرورت سے) ایسا کیا تو پھر اس کا ہاتھ بٹائے۔ (بخاری و مسلم) مزید فرمایا: جب تم میں سے کسی کا خادم اس کو آگ کی گرمی اور دھویں سے بچا کر اس کے لیے کھانا تیار کرے تو اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاؤ! ورنہ کم از کم ایک لقمہ اس کے منہ میں ڈال دو۔ (ترمذی)

پڑوس کا حق

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص مومن کامل نہیں جو خود سیر ہو کر رات گزارے اور ساتھ میں اس کا

پڑوسی بھوکا رہ جائے اور اس کو علم ہو۔(معجم طبرانی) مزید فرمایا: اللہ کی قسم: وہ شخص مومن نہیں، وہ شخص مومن نہیں، وہ شخص مومن نہیں! لوگوں نے پوچھا کون مومن نہیں؟ ارشاد فرمایا: جس سے اس کا پڑوسی مامون ومحفوظ نہیں۔ (بخاری ومسلم)

شوہر کا حق

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میں کسی کو غیر اللہ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی کو شوہر کے آگے سجدہ کرنے کو کہتا؛ لیکن سجدہ اللہ ہی کے لیے ہے۔ عورت اللہ تعالیٰ کا حق اس وقت تک پورا پورا ادا نہیں کرسکتی جب تک شوہر کا حق پورا پورا ادا نہیں کرتی۔(مسند احمد)

بیوی کا حق

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے حق میں بہتر ہو۔ (سنن ترمذی، صحیح ابن حبان)

والدین کا حق

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا: کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: نمازوں کو اپنی مقررہ اوقات پر پڑھنا۔ میں نے کہا اس کے بعد کون سا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: والدین کے ساتھ حسنِ سلوک۔(ترمذی) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کی عزت اور علماء کے ساتھ وفا نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔(مسند بزار) نیز یہ بھی فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے بڑوں کی عزت، بچوں پر شفقت اور علماء کی تعظیم نہیں کرتا۔(کنز العمال)

شاگردوں کا استاذ پر حق

شاگردوں پر استاذ کے حق کو ہر ایک جانتا ہے کہ شاگرد پر استاذ کی اطاعت، ادب اور خدمت لازم ہے اور شاگرد کے حق کے بارے میں حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مشرق کی طرف سے لوگ تمہارے پاس علم سیکھنے کے لیے آئیں گے تو ان کے بارے میں تم مجھ سے خیر کی وصیت لے لو۔ یعنی تمھیں بھلائی اور خیر خواہی کی وصیت کرتا ہوں۔ ابو ہارون کہتے ہیں چنانچہ جب ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ ہمیں دیکھتے تو فرماتے: حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وصیت کو خوش آمدید۔ گویا ایک تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشین گوئی پوری ہوگی دوسرا وہ بار بار احساس دلاتے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وصیت پر عمل پیرا ہوں۔(ترمذی)

عوام کا حکمرانوں پر حق:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے آنے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں: (۱) اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ (۲) مسلمانوں کے بڑوں کا احترام کرے۔ (۳) چھوٹوں پر شفقت کرے۔ (۴) علماء کی تعظیم کرے۔ (۵) کسی کو تکلیف دے کر ذلیل نہ کرے۔ (۶) ڈرا ڈرا کر کافر نہ کرے۔ (۷) خصی کر کے نسل کشی نہ کرے۔ (۸) اپنا دروازہ ان کے لیے بند نہ کرے، یہاں تک کہ کمزوروں پر طاقتور ظلم کرنے لگ جائیں۔ (سنن کبری للبیہقی)

اختصار کے پیش نظر یہاں بہ طور نمونہ صرف چند ہی حقوق پر اکتفا کیا گیا، ورنہ معاشرتی حقوق کی تفصیل میں علمائے کرام نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ علم کا ذوق اور عمل کا شوق رکھنے والے ان سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

۱۰/ دسمبر عالمی یوم حقوق انساں:

دوسری عالمی جنگ کی بدترین تباہ کاریوں اور اس میں بڑے پیمانے پر انسانی حقوق کی پامالیوں کے پیش نظر لیگ آف نیشن کو ختم کر کے اقوام متحدہ کا قیام عمل میں آیا اور اس کے چارٹر میں انسانی حقوق کی حفاظت کی شق پہلے ہی سے شامل تھی؛ تاہم سرد جنگ کے خاتمے کے بعد 1993ء کو آسٹریا کے شہر ویانا میں ہونے والے عالمی کانفرنس میں انسانی حقوق کے حوالے سے پروگرام آف ایکشن تیار کیا گیا جسے ویانا ڈکلیریشن اینڈ پروگرام آف ایکشن کا نام دیا گیا، کانفرنس میں 171 ممالک اور آٹھ سو غیر سرکاری تنظیموں کے تقریباً سات ہزار مندوبین نے شرکت کی، اسی مناسبت سے ہر سال 10 دسمبر کو دنیا بھر میں انسانی حقوق کا عالمی دن منایا جاتا ہے۔

اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر اور قرارداد کی رو سے دنیا بھر کے انسانوں کو ہر طرح کے حقوق جن میں جینے کا حق، امتیاز سے پاک مساوات یا برابری کا حق، اظہار رائے کی آزادی، معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق جن میں روزگار، سماجی تحفظ، تعلیم، صحت، ترقی اور حق خودارادیت اور دیگر حقوق شامل ہیں۔ اس دن کو منانے کا مقصد، انسان کے بنیادی حقوق کا تحفظ اور بہترین زندگی گزارنے کے لیے اچھے ماحول کو یقینی بنانا، نیز ایک انسان کے ہاتھوں دوسرے انسان پر ہونے والے ظلم و جبر کے خلاف آواز بلند کرنا ہے۔

انصاف کا دوہرا معیار

جب کبھی اسلامی ممالک میں کوئی معمولی سا واقعہ دانستہ یا نادانستہ رونما ہو جاتا ہے تو انسانی حقوق کے نام نہاد علم بردار اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور دنیا سر پر اٹھا لیتے ہیں کہ فلاں اسلامی ملک میں انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی کی گئی، انسانی اقدار و روایات کی سرعام پامالی ہوئی اور فلاں عمل کے ذریعہ مذہبی تنگ نظری کا ثبوت پیش کیا گیا وغیرہ، بعد ازاں اقوام متحدہ سمیت تمام یورپی ممالک کے ذریعہ اس اسلامی ملک پر دباؤ ڈالا جاتا ہے

کہ فوری طور پر عملی کارروائی کی جائے اور فلاں فلاں مجرم یا جماعت کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے؛ لیکن انہی امریکہ و یورپ کے ہاتھوں آئے روز انسانی حقوق کی جس طرح پامالی ہوتی ہے اس پر نہ تو اقوام متحدہ کے ناخداؤوں کو اپنا فرض یاد آتا ہے اور نہ ہی انسانی حقوق کے ٹھیکے دار چیں بہ جبیں ہوتے ہیں۔ سوچنے والی بات ہے کہ کیا انسانی حقوق کے علم برداروں کو برما کے مظلوم مسلمانوں کا خون نظر نہیں آتا؟ کیا فلسطین کے مسلمان ظلم و بربریت کی چکی میں پستے دکھائی نہیں دیتے؟ کیا کشمیر کے مسلمان برسوں سے ستم زدہ نہیں ہیں؟ وزیرستان میں بے گناہ اور معصوم لوگوں کا قتل عام انسانی حقوق کی خلاف ورزی نہیں کہلاتی؟ اگر دنیا کی نظر میں مسلمانوں کے خون سے کھیلی جانی والی یہ ہولی ظلم ہے تو پھر وہ کونسی وجہ ہے کہ انسانی حقوق کے علم بردار مہر بہ لب ہیں۔

حاصل کلام

فی زمانناً مشرق ومغرب کے مابین جو تہذیبی جنگ چھڑی ہوئی ہے، اس میں اہل مشرق کے غالب اور ساکنان یورپ کے مغلوب ہونے کی وجہ یہی ہے کہ ایک نے اسلام کی آفاقی وابدی ہدایات واحکام کو سینے سے لگائے رکھا ہے؛ جب کہ دوسرے نے انسانیت کا جامہ اتار کر حیوانیت کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔ مغربی تہذیب رشتوں کے تقدس کو کب کا خیر باد کہہ چکی ہے۔ وہاں انسانیت تو درکنار ماں باپ، بہن بھائی، چچا ماموں، خالہ پھوپھی کا تصور تک عنقا ہے۔ مغرب اپنی خاندانی قدروں اور معاشرتی اکائیوں کو پامال کرنے کے بعد، اب یہ چاہتا ہے کہ پوری دنیا میں اس کی دجالی تہذیب کا ڈنکا بجے۔ اس طاغوتی مقصد اور مشن کو پورا کرنے کے لیے قدیم وجدید ذرائع ابلاغ کا بھرپور استعمال کیا جارہا ہے۔ نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ ہماری نئی نسل بڑی تیزی سے اس دلدل میں دھنستی چلی جارہی ہے؛ مگر اس حقیقت سے کوئی ہوش مند انکار نہیں کرسکتا کہ ہمارے آج کے اسلامی معاشرے میں رشتوں کا ادب واحترام اور عظمت ومحبت بری طرح پامال ہورہی ہے۔ اولاد ماں باپ کی نافرمان بن چکی ہے۔ بہن بھائی باہمی حسد وبغض میں مبتلا ہیں۔ رشتہ دار ایک دوسرے کو کاٹ کھانے کے لیے دوڑ رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ سب کچھ احکام دین سے دوری کا نتیجہ ہے۔ اگر ہم ابھی اور اسی وقت یہ عزم وارادہ کرلیں کہ شریعت مطہرہ کے ہر ہر حکم پر دل وجان سے عمل کریں گے، اللہ رب العالمین کا ڈر وخوف پیدا کرکے اس کے بتائے ہوئے احکام پر عمل پیرا ہوں گے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے ذہنی اضطراب اور نفسیاتی ہیجان میں کمی واقع نہ ہو اور ہم طاغوتی کھائی میں گرنے سے بچ جائیں، ضرورت ہے صرف پختہ نیت اور عزم وحوصلے کی۔

مشکلیں کچھ بھی نہیں عزم جواں کے آگے
حوصلے آہنی دیوار گرادیتے ہیں

اصلاحی مضامین

موبائل فون کا بے جا استعمال اور اس سے بچنے کی تدابیر

آج کے دور میں موبائل فون بلا شبہ ایک اہم ضرورت بن چکا ہے لیکن جہاں یہ ایک نعمت ہے وہیں اس کا غیر ضروری اور بے جا استعمال ایک معمولاتِ زندگی کو بے حد متاثر کر چکا ہے بل کہ سائنسی ماہرین کے مطابق موبائل کا غیر ضروری استعمال صحت پر منفی اثرات مرتب کرتا ہے اور جسم میں ڈوپامین کے اضافے، دماغی شریانوں میں بے قاعدگی، اور نظامِ نیند کی خرابی، اور توجہ کی کمزوری کا باعث بنتا ہے۔

تعلیمی وتدریسی عملے میں موبائل کا بے جا استعمال:

یہ حقیقت ہے کہ موبائل نے انسانی زندگی کے تمدن وتدین دونوں کو تباہ کیا ہے حتیٰ کہ دینی مدارس وخانقاہیں جو خالص دینی واسلامی ماحول اور روحانی تعمیر کے مراکز ہیں وہ بھی اس کی زہرناکی سے محفوظ نہیں ہیں۔ مدارس میں علمِ دین کا ماحول ایک ایسی روشنی ہے جو قلوب کو منور کرتی ہے۔ اس ماحول میں اساتذہ کرام کا کردار صرف تدریس تک محدود نہیں بلکہ وہ طلبہ کے لیے عملی نمونہ (Role model) بھی ہوتے ہیں۔ والدین سرپرستوں لکچررز اور اساتذہ کا موبائل فون کے غیر ضروری استعمال میں مبتلا ہونا اولاد اور شاگردوں کی عملی وتربیتی زندگی کے لئے تعمیر کے بہ جائے تخریب کا کام کرے گا، جب کہ سائنسی، طبی، دینی، اور اخلاقی اعتبار سے واضح ہو چکا کہ موبائل فون کا بلا ضرورت استعمال اسکولز، کالجز، یونیورسٹیز اور مدارس کے طلبہ واساتذہ اور تعلیمی ماحول کے لئے ہلاکت خیز ہے۔ اس لئے تعلیمی اداروں کے علمی وفکری اور روحانی ماحول کو ترقی دینے اور اس کے نقصانات سے بچنے کے لئے احتیاطی تدابیر اختیار کرنا بے حد ضروری ہے۔

موبائل کے بے جا استعمال سے بچنے کے لیے احتیاطی تدابیر

1۔ **نیت کی تجدید (Intentional Awareness):** یہ سمجھنا ضروری ہے کہ موبائل فون ایک آلہ (tool) ہے نہ کہ ایک مقصد۔ اس کا استعمال صرف ضرورت کی حد تک ہونا چاہیے، نہ کہ محض وقت گزاری کے لیے۔

2۔ موبائل کا وقت متعین کریں: صرف مخصوص اوقات میں موبائل استعمال کریں، جیسے صبح اور شام میں مختصر وقت کے لیے۔ درس و تدریس کے دوران مکمل پرہیز کریں۔ سونے سے کم از کم ایک گھنٹہ پہلے موبائل بند کردیں۔

3۔ غیر ضروری نوٹیفکیشن بند کریں: نوٹیفکیشن کا بار بار آنا دماغ کو بار بار موبائل اٹھانے پر مجبور کرتا ہے۔ غیر ضروری ایپس کی نوٹیفکیشن بند کردیں تاکہ بے مقصد موبائل چیک کرنے کی عادت کم ہوجائے۔

4۔ ڈیجیٹل ڈیٹاکس (Digital Detox) کریں: یعنی ہفتے میں کم از کم ایک دن (یا آدھا دن) ایسا مقرر کریں جس میں مکمل طور پر موبائل سے دور رہیں۔ وقت گزارنے کے لیے مطالعہ، ذکر، یا کسی تعمیری سرگرمی میں مشغول ہوں۔

5۔ روحانی تربیت اور خود احتسابی: یہ سوچنا ضروری ہے کہ ہمارا وقت کہاں جا رہا ہے؟ ہر رات اپنا محاسبہ کریں: " کیا میں نے آج ضرورت سے زیادہ موبائل استعمال کیا؟" " کیا میں نے بلا وجہ وقت ضائع کیا جو کسی بہتر کام میں لگ سکتا تھا؟ اگر غیر ضروری استعمال بڑھ جائے تو اس کا تدارک کرنے کا عزم کریں۔

6۔ اجتماعی نگرانی اور اصلاح: اسکول اور مدرسے کے تمام اساتذہ ایک ضابطہ بنائیں کہ موبائل فون کا استعمال صرف ضرورت کی حد تک محدود ہوگا۔ اگر کوئی استاد یا طالب علم موبائل کی لت میں مبتلا ہوجائے تو اس کی اس مصیبت سے نجات میں مدد کی جائے۔

7۔ سوشل میڈیا اور ویڈیوز کا غیر ضروری استعمال ترک کریں: اگر موبائل پر زیادہ وقت سوشل میڈیا، یوٹیوب، یا غیر ضروری ویڈیوز دیکھنے میں گزرتا ہے، تو اس پر سختی سے کنٹرول کیا جائے۔ اگر سوشل میڈیا ضروری ہو (مثلاً تعلیمی یا کاروباری مقاصد کے لیے) تو اس کا وقت مقرر کریں اور غیر ضروری اسکرولنگ سے بچیں۔

اپنے وقت اور صلاحیتوں کی حفاظت کریں، موبائل فون کا غیر ضروری اور غیر محدود استعمال سے بچیں اور طلبہ کو بھی محفوظ رکھیں اور اُنھیں اس کے مضرات سے آگاہ کرتے رہیں۔

ان احتیاطی تدابیر پر عمل آوری سے انشاء اللہ بڑا نفع ہوگا اور بڑے نقصان سے محفوظ رہیں گے، دنیا میں کچھ کام کرسکو گے اور آخرت کی ذلت و پستی بچ جاؤ گے، موبائل سے حتی المقدور بچنا یہی عقلمندی اور دیانت داری کا تقاضا ہے۔

اللہ پاک ہمیں صحیح سمجھ اور عمل کی توفیق بخشے۔ آمین

تاریخی آثار

کیرالا کے تاریخی مقامات اور مناظرِ قدرت

ایک مفید و دلچسپ سفرنامہ

از: مولانا مفتی محمد سلمان قاسمی*

جس طرح مطالعہ وسیلۂ علم ہے اسی طرح مشاہدہ بھی علم کا ذریعہ ہے، انسان دیکھ کر بہت چیزوں کو سیکھتا ہے، اور سفر میں تو مختلف لوگ اور مختلف مقامات، مختلف تہذیبوں کے مشاہدے سے ایک زبردست تجربہ حاصل ہوتا ہے، حصول علم کے ذرائع میں آیات والنفس اور آثارِ قدرت نہایت موثر ذریعہ ہے، الغرض سفر بالخصوص ایسا سفر جس کا مقصد محض سیر وسیاحت نہ ہو بلکہ تاریخی مقامات کی زیارت اور مظاہر قدرت پر غور وخوض مقصود ہو اس میں تو بہت کچھ پند ونصح وتذکیر وموعظت کے گوہر ملتے ہیں۔

اسی مقصد سے راقم الحروف نے مع اپنے چھ ہمراہیوں کے اس مرتبہ کی تعطیلاتِ ششماہی میں جنوبی ہند کا کشمیر "کیرالا" کے لیے رخت سفر باندھا، چناں چہ ۱۲/ستمبر ۲۰۲۵ء بروز جمعہ بعد نماز عشاء وعشائیہ بذریعہ کار سفر کا آغاز ہوا، رات بھر مسافتِ سفر طئے کرتے ہوئے صبح کی اولین ساعات میں آندھرا پردیش کے ایک ضلع اننت پور پہونچے اور وہیں لب سڑک ایک مسجد میں نماز فجر ادا کی، نماز کے بعد مقامی احباب سے کلام وتعارف ہوا اور اتفاق سے مسجد کے امام حضرت مولانا عرفان صاحب رشادی تھے جنھوں کچھ وقت ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد میں گذارا تھا، یہ جان کر کہ ہم سبھی اشرف العلوم ہی کے اساتذہ اور وہیں کے خوشہ چیں ہیں، قربت اور بڑھی۔غرض مسجد کے مصلیان تبلیغی جماعت سے وابستہ افراد تھے، چوں کہ راست طور پر راقم کا تعلق بھی تبلیغی خانوادے سے ہے اور تمام کے تمام افرادِ جماعت عالم ومفتی تھے، اسی لیے سر دست دستر لگا کر ان لوگوں نے ہلکے ناشتے کا انتظام کیا، رات بھر سفر سے طبیعت چور ہو چکی تھی تو ہم لوگوں نے کچھ دیر آرام کی خواہش ظاہر کی تو مولانا عرفان صاحب نے بہ خوشی ہم کو اجازت دی اور کچھ وقفہ آرام کے بعد ہم بیدار ہوئے تو موصوف محترم نے بہ اصرار پر تکلف ناشتے کی ضیافت کا اہتمام کیا۔غرض ہم نے وہاں سے آگے کے سفر کی ترتیب بنا کر کچھ ہدایات حاصل کیں، ان کا نمبر لیا اور منزل کی جانب آگے بڑھے، سفر جاری رہا اور دوپہر کے قریب شہر بنگلور پہونچے، اور

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

یہاں کی پولیس کے ساتھ ناگوار تجربہ پیش آیا، تمام بنیادی کاغذات کی فراہمی کے باوجود وہ لوگ کچھ نہ کچھ شوشہ نکال کر ہم کو پریشان کرنے لگے، اصل مقصد بس یہی تھا کہ کچھ صدقہ ان کے نام کا وارد یا جائے، چوں کہ راستے میں بنگلور لگتا تھا تو ہم ظہر کے وقت صوبہ کرناٹک کا مشہور و معروف مدرسہ دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور پہنچ گئے۔

دارالعلوم سبیل الرشاد کا مختصر تعارف:

یہ مدرسہ جنوبی ہندستان کے مقبول دینی اداروں میں سے ایک ہے، مدرسہ ہذا کا مختصر تعارف جو ان کی آفیشل ویب سائٹ سے حاصل کیا گیا درج ذیل ہے:

دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور، ہندستان کی جنوبی ریاست کرناٹک کے دارالحکومت بنگلور کا ایک مشہور دینی مدرسہ ہے، اس مدرسے کی بنیاد بتاریخ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ م ۱۴ ستمبر ۱۹۶۰، ملک کے مشہور عالم دین مولانا شاہ ابوالسعود احمد صاحب باقوی رحمہ اللہ نے ڈالی، آپ کو بڑے حضرت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور افتتاح رئیس المبلغین حضرت جی مولانا شاہ محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کے دست مبارک سے ہوا۔

نصاب تعلیم کی ترتیب میں باقیات صالحات ویلور، دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے نصاب کو ملحوظ رکھا گیا ہے، زبان فارسی کی ابتدائی تعلیم کے بعد سات سالہ عالم کورس ہے، جس میں عربی ادب، نحو وصرف کے بعد تفسیر حدیث اور فقہ کی متعدد کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، تقریباً پندرہ فنون پر یہاں کا نصاب مشتمل ہے۔

نصاب کی تکمیل کے بعد فارغین کو سند دی جاتی ہے اور انہیں "رشادی" کہا جاتا ہے۔

رشادی فارغین ہندوستان کے علاوہ پورے براعظم ایشیاء میں موجود ہیں، جو دین اور علم دین کی ٹھوس خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اختلافی مسائل سے بچتے ہوئے دین کی بنیادی خدمت انجام دینا رشادی علماء کا خاص وصف ہے۔ (تعارف ختم ہوا)

یہاں ہم نے نماز ظہر ادا کی پھر ہماری حیدرآبادی ساکھ کام آگئی اور ایک استاذ نے ظہرانے کا نظم فرمایا، پھر کھانے سے فراغت کے بعد ادارے کے بانی اور ان کے لائق فرزند حضرت مولانا اشرف علی باقوی رحمہ اللہ کی قبر پر حاضری دے کر۔ جو کہ احاطہ مدرسہ میں ہی ہے۔ قرآن خوانی کی اور ایصالِ ثواب کیا اور نماز کے بعد مدرسہ کے موجودہ ناظم اعلیٰ حضرت مولانا صغیر صاحب دام فضلہ (حالیہ مہتمم) سے ملاقات اور استدعا کی، حضرت کی پیرانہ سالی اور وجیہ چہرے سے کئی سال کی شبانہ روز محنتوں کا نور نمایاں ہو رہا تھا، اللہ پاک عمر میں بہ صحت اضافہ فرمائے۔ آمین

ٹیپو سلطان کے علاقے سری رنگا پٹنم اور میسور کی جانب:

پھر یہاں سے سلطنتِ خداداد کے دار السلطنت میسور اور سری رنگا پٹنم کا رخ کیا، ہم نے کوشش کی کہ قبل مغرب شیر میسور حضرت ٹیپو سلطان شہیدؒ کی مزار پر پہونچیں، لیکن تھوڑی تاخیر کے ساتھ لگ بھگ سات بجے وہاں پہونچے، پتہ چلا کہ زیارت کا آخری وقت ساڑھے چھ ہے، اس کے بعد سیاحوں اور ٹورسٹوں کو جانے کی اجازت نہیں ہے، ہم نے دل دل میں اللہ سے دعا کی کہ دربان مان جائے، اولاً اس نے تخلف وانکار کیا، پھر گزارش کی کہ ہم بہت دور سے آئے ہیں وغیرہ وغیرہ تو وہ بالآخر راضی ہوگیا، ہم نے حضرت شہیدؒ کے مزار کے پاس تعمیر کردہ خوبصورت مسجد اقصیٰ میں نماز مغرب ادا کی، یہاں تک تو پہونچ گئے لیکن مزار کا کمرہ بند ہو چکا تھا اور اس کا ٹائم طے تھا کہ ساڑھے چھ کے بعد نہیں کھولا جاتا، بس ہم نے کمرے کے باہر ہی سے یٰسین اور کچھ قرآنی سورتیں پڑھ کر حضرت ٹیپو اور آپ کے خانوادے کو ایصالِ ثواب کیا، مزار کا تعارفی نام گنبد/گنبذ سری رنگا پٹنا ہے، سری رنگا پٹنہ میں واقع گنبد ایک حسین باغ کے بیچ میں ایک مسلم مقبرہ ہے، جس میں ٹیپو سلطان، ان کے والد حیدر علی اور ان کی والدہ فخر النساء کی قبریں موجود ہیں۔ اسے ٹیپو سلطان نے اپنے والدین کی قبروں کے لیے بنایا تھا۔ سلطان ٹیپو کو 1799ء میں سری رنگا پٹنہ کے محاصرے میں ان کی شہادت کے بعد یہاں دفنایا گیا، یہاں سے حضرت ٹیپو سلطانؒ کی تعمیر کردہ تاریخی جامع مسجد میں حاضری کے ارادے سے نکلے لیکن وہاں پولیس کا پہرہ تھا اور انہوں نے صاف منع کر دیا کہ ساڑھے چھ کے بعد داخلہ منع ہے، غرض مقامی لوگوں نے بتایا کہ پاس ہی وہ مقام ہے جہاں حضرت ٹیپو شہید نے اپنوں کی غداری اور انگریزوں کی مکاری کے سبب شہادت پائی تھی، جب یہاں پہونچے تو یکلخت وہ ساری تاریخ دماغ میں گردش کر گئی کہ کیسا یہ شیر نر انگریزوں کو لوہے کے چنے چبواتا رہا اور حضرت ٹیپو کا وہ تاریخی جملہ یاد آ گیا کہ "شیر کی ایک دن کی زندگی گیڈر کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے"۔ یہ جملہ دراصل اُن کی غیرتِ ایمانی، استقلال اور جہاد کے عزم کا آئینہ دار ہے۔ وہ آخر دم تک میدانِ جنگ میں ڈٹے رہے اور شہادت کو ذلت پر ترجیح دی، یہی وہ مردِ خدا تھے جن کا وجود برطانوی استعمار کے لیے سد سکندری تھا اور آپ کی شہادت کے بعد انگریز جرنیل نے کہا تھا کہ "اب ہندوستان ہمارا ہے"۔

کافی رات ہو چکی تھی، ہوٹل میں رات کا کھانا کھایا اور یہاں بھی مولانا عرفان صاحب اننت پور کی معاونت سے ان کے ساتھیوں نے ایک مدرسہ بہ نام اشرف العلوم میسور میں ٹھہرنے کا انتظام کر دیا، مدرسہ کے ناظمِ اعلیٰ خود موجود تھے، انہوں نے ہماری طبیعتوں کا مکمل لحاظ رکھتے ہوئے اپنے دفتر میں ہم کو ٹھہرایا اور ہم نے اطمینان بخش نیند لی۔

گورگ (کرناٹک) کے مناظر:

فجر بعد اشرف العلوم میسور سے نکلے اور پہاڑی راستے سے سفر کرتے ہوئے ہم گورگ پہونچے، یہ علاقہ پہاڑ کی بلندی پر واقع ہے، ہر طرف سبز چادر میں ملبوس ابروں کو چھوتے پہاڑ ہیں، یہاں کچھ دیر وقت گزار کر طبیعت تازہ دم ہوگئی پھر ہم یہاں سے نکل کر کرناٹک ہی میں اِپّے پلی واٹر فالس دیکھنے کے لیے نکلے، یہ قدرت کا ایک شاندار نمونہ تھا، لوگ جوق در جوق جمع ہو کر پہاڑوں کی چوٹی سے اس کے دامن کی طرف گرتے پانی سے خوب لطف اندوز ہو رہے تھے اور کچھ نئے شادی شدہ جوڑے ویڈیو گرافی کر رہے تھے بہرحال ہر شخص اپنے ذوق کے مطابق موسم کے مزے لے رہا تھا، پھر یہیں پر بہ شمول راقم ساتھیوں نے زیپ لائن رائڈ نگ کی، یہ کیا ہوتا ہے؟ ہوا کی سطح میں ایک مضبوط رسی پہاڑ کے ایک گوشے سے دوسری سمت تک بندھی ہوتی ہے، اور کمر پر پٹہ باندھ کر اس رسی سے معلق کر کے چھوڑ دیا جاتا ہے، کھلی فضا کے مزے اور ڈر پر مشتمل اس رائیڈ میں کافی انٹرٹینمنٹ رہا۔

ولی کامل حضرت مالک بن دینارؒ کی مزار پر حاضری:

آگے سفر کی داستان سے قبل حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ کا تعارف جان لیں؛ مالک بن دینار پہلے تابعی تھے جو کیرالا میں اسلام کی تبلیغ کے لیے آئے۔ آپ ائمہ طریقت میں سے بزرگ، امام طریقت، نقیبِ اہلِ محبت، جن وانس کی زینت تھے، حسن بصریؒ کے مصاحب و مرید تھے۔ طریقت میں آپ کا بڑا مقام ہے۔ آپ کی کرامتیں اور ریاضتیں مشہور ہیں، آپ کے والد کا نام دینار تھا جو کہ غلام تھے، آپ غلامی کی حالت میں پیدا ہوئے تھے؛ آپ کی توبہ کا واقعہ یہ ہے کہ ایک رات آپ ایک جماعت کے ساتھ محفلِ رقص و سرور میں تھے، جب تمام لوگ سو گئے تو اس طبورہ سے جسے بجایا جا رہا تھا آواز آئی "اے مالک کیا بات ہے توبہ میں دیر کیوں؟" آپ نے اپنے تمام دوست احباب کو چھوڑ کر اور حضرت حسن بصریؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر سچی توبہ کی اور اپنا حال درست کر کے ثابت قدم رہے۔ اس کے بعد آپ کی شان اس قدر بلند ہوئی کہ ایک مرتبہ جب آپ کشتی میں سفر کر رہے تھے، ایک تاجر کا موتی کشتی میں گم ہو گیا، باوجود یہ کہ آپ کو علم تک نہ تھا لیکن تاجر نے آپ پر سرقہ کی تہمت لگائی، آپ نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر التجا کی، اسی لمحہ دریا کی تمام مچھلیاں منہ میں موتی دبائے سطحِ آب پر اُبھر آئیں، آپ نے ان میں سے ایک موتی لے کر اس تاجر کو دے دیا اور خود دریا میں اتر گئے اور پانی پر سے گذر کر کنارے پر پہنچ گئے۔ (کشف المحجوب)

آپ کی توبہ کے متعلق دوسرے واقعات بھی مذکور ہیں، نیز آپ کی کئی ساری کرامتیں تصوف کی کتابوں میں ذکر کی گئی ہیں، غرض کیرالا کے کاسرگوڈ کے علاقے تھالنگارا میں آپ کے نام سے ایک مسجد تعمیر کی گئی ہے، اسی مسجد کے بائیں جانب آپ کی مزار ہے، مجھ کو کچھ تردد ہوا کہ کیا واقعی آپ ہی کا مزار ہے یا موہوم بات ہے؟ لیکن علاقائی لوگوں نے وثوق کے ساتھ یہ بات کہی کہ آپ ہی کا مزار ہے، (واللہ اعلم بالصواب) ہم نے وہیں مسجد میں عصر و مغرب کی نماز ادا کی اور مزار اقدس پر حاضری دے کر فاتحہ و ایصال ثواب کیا۔

مسجد پرانی طرز کی ہے لیکن جدت کا رنگ جھلکتا ہے، کافی اونچی اور اندرونِ مسجد بہت سارے لکڑی کے ستون چاروں سمت موجود ہیں، مسجد کے بائیں جانب حضرتؒ کا مزار ہے، اور عورتوں کی زیارت کے لیے عقب کی جانب پردوں سے گھرا ہوا حال ہے، اور سامنے کے حصے میں سیاحوں کی چہل پہل کے لیے کھلی جگہ اور نشست و بیٹھک کی کرسیاں بنی ہوئی ہیں، یہاں پہونچ کر بھی دل میں حسرت ہونے لگی کہ کیسے یہ اللہ کے بندے اللہ کے دین کی بلندی اور خلقِ خدا کی اصلاح کے لیے اپنے مولد و مسکن سے دور نکل جاتے اور نامعلوم علاقے کی زمین کا حصہ بن جاتے تھے، ان کا مطلوب و مقصود صرف آخرت ہوتی تھی، اور ایک ہماری زندگیاں جو نہ دنیاوی اعتبار سے قابل فخر ہیں اور نہ آخرت کی کچھ خاص تیاری، بس اللہ ہدایت نصیب فرمائے اور ہم کو بھی اپنے نیک بندوں میں شامل فرمائے۔

غرض یہ علاقہ بھی کافی خوش نما تھا، درگاہ و مسجد سے کم دوری کے فاصلے پر ہی سمندر ہے، اسی لیے ہلکی سی ٹھنڈک محسوس ہو رہی تھی، اور چوں کہ ایک بڑے بزرگ کی درگاہ ہے اسی لیے مختلف لوگ مزار پر حاضر ہو کر ایصال ثواب کر رہے تھے تو کچھ بے چارے ماحول و روایات کے پابند مزار پر دعائیں مانگتے بھی نظر آئے، بعد مغرب رات کا کھانا ہم نے یہیں تناول کیا پھر ایک خوب صورت مقام اور عظیم الشان مسجد کی طرف رخ کیا۔

ایک تاریخی مقام مشکال مسجد پر گزرے لمحات:

مسجد جامعۃ الفتوح کو آتے ہوئے راستے میں ہم ایک جگہ ساحل سمندر پر ٹھہرے تھے، انتہائی مہیب لہریں ہم سے ٹکرا رہی تھی، سمندر واقعی قدرتِ خداوندی کا ایک شاندار مظہر ہے، اس کو دیکھ کر عقلمند انسان خدا کے بارے میں سوچنے کے لیے مجبور ہو جاتا ہے، ہم یہاں رُکے تو پیروں میں اور کپڑوں پر ریتی لگ گئی، راستے میں ایک اور تاریخی مسجد بھی آ رہی تھی ہم نے مشکال مسجد کا رخ کیا، کہتے ہیں کہ ایک ہزار سال قبل ایک عرب تاجر نے اس مسجد کی تعمیر کروائی تھی، اور اسی کے نام سے موسوم اس کو مشکال مسجد بھی کہا جاتا ہے، یہ مسجد بھی قدیم فن تعمیر کا ایک آئینہ ہے، یہاں ایک حادثہ پیش آیا، ایک شاہی دور کا کافی بڑا مغسل باؤلی کے طرز پر مربع شکل میں بنا ہوا تھا،

ہم لوگ پیر دھونے کے لیے اس میں اترے تو ہمارے ایک ساتھی حافظ وقاری مولانا اسید صاحب پیر پھسلنے سے اس میں گر پڑے، ہم بہت خوف زدہ ہوگئے، موصوف کا بھاری بھر کم جسم، پتہ نہیں کیسے باہر نکلیں گے یا خدا ناخواستہ ڈوب نہ جائیں، لیکن ان دیکھتے ہی مقامی لوگ سب دوڑتے ہوئے اور سب نے مل کر ہمت دکھائی اور مدد کی تو موصوف پانی سے باہر آ گئے، خوف تو تھا ہی، ساتھ ہی یہ تماشا سب کے لیے قہقہوں کا بھی باعث بنا۔

نالیج سٹی اور مسجد جامعۃ الفتوح میں حاضری:

یہ مسجد اور یہاں کے مناظر واقعی قدرت کا عجیب نمونہ اور حسن کا شاہکار ہے، اس کی تعمیر، محل وقوع، اطراف واکناف کا ماحول اور یہاں کی فضا سب اتنا زیادہ دل کو بھانے والے تھے کہ بس یہیں رُک جانے کو طبیعت چاہ رہی تھی، ہم صرف یہ مسجد دیکھنے آئے تھے، لیکن یہاں بہت دیر قیام کیا، عصر اور مغرب کی نماز یہیں ادا کی، مسجد سے کچھ پہلے سے ہی راستے میں ہر طرف کشادہ سڑکیں بنی ہوئی تھیں، ہم گاڑی پارک کرنے کے بعد مسجد میں داخل ہوئے تو اس کے تعمیراتی نقش ونگار پر دل فریفتہ ہوگیا، زرد رنگت کے گنبد اور سفید در و دیوار میں جگہ جگہ سیاہ وزرد رنگ سے بنے بیل بوٹے، نقشے اور عربی زبان میں کندہ آیات نہایت دل کش معلوم ہو رہے تھے، پھر گولائی کی شکل پر بنی مسجد کے باہری دیوار پر چاروں سمت حروف تہجی کی ترتیب پر تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کندہ کیے ہوئے تھے، مسجد میں مکمل سفید فرش ماربل کی بچھی ہوئی ہے، اور مسجد کے اندرونی حصے میں چھت دیواریں وغیرہ سب کچھ لکڑی کا کام ہے، یعنی تعمیری حسن واقعی دیکھنے لائق ہے، اور آج کل کے فرنگی ذہن آرکیٹکٹس کو حسنِ تعمیر اور سلیقۂ فن کا سبق دے رہے ہیں، اور چاروں سمت چار ستون ہیں جن پر ائمہ اربعہؒ (امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد رحمہم اللہ) کے اسماء گرامی لکھے ہوئے ہیں، ہر طرف آنکھوں کو خیرہ کرنے والی لائٹیں اور خوبصورت جھومر آویزاں ہیں، اندھیرا چھانے کے بعد اندرونی حصہ اور بھی حسین نظر آرہا تھا، یہاں کالج کے ساتھ ساتھ مدرسہ کی تعلیم دی جاتی ہے، طلبہ دنیا کی بڑی بڑی ڈگریوں کے ساتھ ماشاءاللہ سے حفظ قرآن مجید کی سعادت سے بھی بہرہ ور ہو رہے ہیں، نماز سے کچھ قبل ایک انوکھا اور ہمارے لیے نیا ماحول یہ دیکھنے کو ملا کہ سبھی طلبہ صفوں میں بیٹھ گئے اور مسجد کے سبھی اسپیکر کھول دیے گئے اور ایک طالب علم دھیمی رفتار اور بلند آواز سے "سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم" وغیرہ تسبیحات کا ورد کر رہا تھا اور باقی طلبہ ومصلی بھی اس کی آواز سے اپنی آواز ہم آہنگ کیے وہی ورد دہرا رہے تھے، شاید یہ وہاں کا کلچر/ نظام ہو، غرض مغرب کی اذان کہی گئی، موذن نے حرم کے اذانوں کی یاد تازہ کر دی، ایک تو عمدہ مائک پھر مسجد کا ماحول اس قدر اثر دار پھر چاروں سمت پہاڑی، گویا وہ ایک صدائے بازگشت تھی جس سے دل مسحور ہو رہے تھے، اذان

کے بعد فوراً سبھی مصلی اور طلبہ جماعت سے قبل نفل پڑھنے میں مشغول ہو گئے، ساتھیوں کو تعجب ہوا، لیکن مسلک شوافع کے بعض علما کے نزدیک نمازِ مغرب سے قبل نفل نماز مشروع ہے، فقہ حنفی میں یہ دو رکعت مشروع نہیں ہے بلکہ بعض نے جماعت واذان کے درمیان فصل کو مکروہ کہا ہے، غرض وہ نفل سے فارغ ہوئے تو جماعت کھڑی کی گئی، امام کا وہی طرز جو بیرونی ممالک میں دیکھنے کو ملتا ہے کہ ایک دروازہ بالکل منبر میں کھلتا ہے، عین وقت نماز کو امام صاحب نکلتے ہیں اور نماز پڑھا کر حجرہ میں چلے جاتے ہیں، امام صاحب کی قراءت میں بھی ایک طرح کا جادو تھا، آواز لب ولہجہ اور قراءت سب اعلیٰ وعمدہ تھے، یہاں نماز پڑھ کر ہم خوب محظوظ ہوئے، پھر وہاں مدرسہ کے ایک شیخ واستاذ صاحب سے ملاقات ہوئی، ہم اب تک ہر جگہ ٹوٹی پھوٹی انگریزی سے کام چلا رہے تھے، حضرت سے عربی میں تکلم کرنا شروع کیا، وہ بہت خوش ہوئے اور حیدرآباد سے ہمارے تعلق کو جان کر اردو میں ہم کلام ہوئے، دراصل یہاں ہندی واردو بہت کم لوگوں کو آتی ہے، بہرکیف ہم نے یہاں کے حالات پوچھے تو بتایا کہ اس یونیورسٹی میں دین ودنیا دونوں کی تعلیم ہوتی ہے، اور یہاں کے سبھی حفاظ قراءت کے ماہر ہوتے ہیں، اور بھی کچھ تفصیلات بتائیں، پر اس حقیقت کا واقعی مشاہدہ ہوا کہ کیرالا میں تقریباً سبھی مساجد کے ائمہ کی قراءت و لحن کافی عمدہ تھا۔

چیرامن جمعہ مسجد میں حاضری اور اس کا تاریخی خاکہ:

چیرامان جمعہ مسجد مٹھالہ یہ کوڈنگلور تلک، ترشور ضلع، ریاست کیرالا میں واقع ہے۔ ایک روایت کے مطابق یہ 629ء سن سات ہجری میں تعمیر ہوئی، چنانچہ یہ ہندستان کی پہلی اور برصغیر کی قدیم ترین مسجد بھی تصور کی جاتی ہے، اسے کابل سے تعلق رکھنے والے آزاد کردہ فارسی غلام اور مشہور تابعی حضرت مالک بن دینارؒ نے چیرمن پرومل کے حکم سے تعمیر کرایا، اُس زمانے کے کیرلائی فنِ تعمیر پر یہ مسجد بنائی گئی۔ اس مسجد کے بارے میں یہ بھی مانا جاتا ہے کہ یہ گیارہویں صدی میں دوبارہ تعمیر کی گئی۔ چیرامان جامع مسجد ہندوستان کی پہلی جامع مسجد ہے، ہندوستان میں پہلی نمازِ جمعہ یہیں ادا کی گئی۔

چیرامن پرومل (چیرا بادشاہوں کا لقب) کے بارے میں ایک مشہور حکایت بیان کی جاتی ہے کہ انہوں نے شق القمر (چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا معجزہ) دیکھا۔ یہ وہ معجزہ ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے جب مکہ کے مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معجزہ طلب کیا تھا۔

یہ منظر دیکھ کر بادشاہ ششدر رہ گئے اور اپنے نجومیوں سے تصدیق کروائی۔ اگرچہ نجومیوں نے واقعہ کی گواہی دی لیکن اس کے مطلب کی وضاحت نہ کر سکے۔

اس وقت عرب تاجر سرگرم عالمی بندرگاہ ملابار (کیرالہ) پہنچے تھے اور بادشاہ کے دربار میں سیلون جانے کی اجازت لینے آئے۔ دوران گفتگو بادشاہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں علم ہوا۔ چیرامن پرومل نے اپنے بیٹے کو تخت پر بٹھایا اور خود عرب تاجروں کے ساتھ روانہ ہوکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے لیے نکل پڑے۔ روایات کے مطابق جب وہ ادرک کا اچار لے کر حجاز پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔

چیرامن پرومل نے مشہور تابعی حضرت مالک بن دینارؒ کو خط دے کر کوڈنگلور اپنے بیٹے کے پاس بھیجا اور ہدایت دی کہ ایک مسجد تعمیر کروائیں۔ اس مناسبت سے اس مسجد کا نام چیرامن جمعہ مسجد رکھا گیا۔

جب ہم لوگ مسجد مالک بن دینارؒ سے نکلے تو راستے میں ایک جگہ کھانا کھایا، اور لگ بھگ دو بجے ہم چیرامن جمعہ مسجد پہونچے، سیکیورٹی گارڈ نے کہا کہ رات کے وقت مسجد میں داخلہ کی اجازت نہیں ہے، فجر میں آنا ہوگا، ہم نے کہا کہ دور سے سفر کر کے آرہے ہیں تو کچھ ہمارے لیے یہاں رکنے کا نظم فرمائیں، اس نے کہا قانونی مجبوری ہے، البتہ آپ کے لیے صحن میں جانے تک کی میں اجازت دے سکتا ہوں، ہم نے کہا رات گزارنے کے لیے کوئی بندوبست ہوسکتا ہے؟ اس نے پاس ہی واقع ایک اور مسجد کا پتہ دیا، ہم وہاں گئے اور مشکل سے دروازہ کھول کر جب اندر داخل ہوئے تو بڑا تعجب ہوا، کیوں کہ مسجد بہت چھوٹی ہونے کے ساتھ چوکور بھی نہیں تھی، احباب نے نماز پڑھی، اور اتنی ہی جگہ میں ایڈجسٹمنٹ کے ساتھ آرام کیا، صبح کسی صاحب نے جگایا تو ہم فوراً چیرامن مسجد کو روانہ ہوئے اور وہیں ضروریات سے فارغ ہوکر نماز فجر ادا کی، امام مسجد کی قراءت بڑی دلکش تھی، البتہ امام صاحب نے فجر کی نماز بہت مختصر پڑھائی جو کہ ہماری ریاست میں عموماً نہیں ہوتا، غرض نماز کے بعد قرآن کی تلاوت کی اور تازہ دم ہوکر یہاں سے روانہ ہوئے۔

مسجد کی چھت کھپریل کی ٹائلز (دکن کی زبان میں کویلی کی چھت) سے مثلث شکل میں بنی ہوئی ہے، اندرونی حصے میں لکڑی کے ستون ہیں، اور وہ چھت عمومی سطح سے بہت نیچی ہے، مسجد سے باہر کشادہ صحن ہے، پرانی عمارت بہت چھوٹی ہے اسی لیے وہاں کی منتظمہ نے تاریخی عمارت سے تعرض کیے بغیر انڈرگراؤنڈ (سیلر) میں نئے طرز پر بہت کشادہ حال تعمیر کروایا، شاید جمعہ وہاں ہوتی ہوگی، مسجد سے متصل قبرستان بھی ہے، وضو خانے طہارت خانے کا راستہ اسی سے ہوتے ہوئے گزرتا ہے، مسجد خوبصورت اور بہت صاف ستھری تھی، صبح کے خوشگوار ماحول میں یہاں کا وقت اور بھی سہانا لگ رہا تھا۔

جو تاریخ اوپر بیان کی گئی ہے تاریخ نگاروں کا اس میں اختلاف ہے، جنوبی ہند کی تاریخ لکھنے والے بلکہ

بہت سارے برہمن مؤرخین بھی اس کی توثیق کرتے ہیں کہ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سرزمین ہند میں وارد ہوئے تھے اور تادم آخر دین کی اشاعت وتبلیغ اور اصلاح خلق میں مصروف رہ کر اسی زمین کا کندن بن گئے، جب کہ ایک طبقہ اس حکایت کی صداقت میں متردد ہے، ان کا یہ خیال ہے کہ یہ محض زبانی باتیں ہیں، اس کا کوئی حتمی ثبوت کسی معتبر کتاب میں منقول نہیں ہے، غرض جو بھی ہو ایک بڑے طبقے کو چوں کہ اس کا یقین ہے، اسی مقصد سے ہم نے حاضری دی، اور حضرت کے لیے رفع درجات اور اپنے لیے حسن عاقبت کی دعا کی۔

سرسبز وادیوں والے شہر منار کی جانب:

ہم آگے بڑھے اور منار کی جانب تیزی سے روانہ ہونے لگے، راستے میں ایک دو جگہ ساحل سمندر پر ٹھہر کر وہاں کے موسم سے بھی لطف اندوز ہوئے، اور ایک چھوٹا سا گاؤں پڑا جس کو دونوں طرف سے دریا اپنے باہوں میں لیا ہوا تھا، وہاں ہم نے آدھے گھنٹے پر مشتمل پُرلطف کشتی سواری کی، اور منزل کی جانب بڑھتے ہوئے کوچی پہونچے، یہاں الحمایۃ مسجد میں نمازِ ظہر ادا کی، اور یہیں ظہرانے کے بعد آگے کی جانب روانہ ہوئے، اور تقریباً رات بارہ بجے منار پہونچے، ایک عجب قسم کی ٹھنڈک تھی اور خاموش فضا میں آبشاروں اور دریا کے پانی کی روانی کی آوازیں گردش کر رہی تھی، ہم سب نے دو کمرے لے کر قیام کیا اور علی الصبح ناشتے کے بعد منار کے مناظر دیکھنے کے لیے نکلے۔ کیرالا کی وادیوں میں بسا ہوا منار (Munnar) ایک ایسا خطہ ہے جسے قدرت نے بھرپور رعنائیوں سے نوازا ہے، یہاں کی بلندی پر پہنچتے ہی بادل زمین کو چھونے لگتے ہیں اور سبزہ زار ڈھلوانیں آنکھوں کو ٹھنڈک بخشتی ہیں، چائے کے باغات، پہاڑوں کی نرم دھند، اور چشموں کی میٹھی روانی مل کر ایسا دلکش منظر تخلیق کرتے ہیں جیسے فطرت نے اپنی ایک بہترین تصویر یہاں بنا دی ہو۔ منار کی ہوا میں تازگی اور خوشبو گھلی ہوئی ہے جو مسافر کے دل کو سکون دیتی ہے، پرندوں کی چہکار اور پہاڑی ندیوں کا شور ایک ایسا ساز بجاتا ہے جو انسان کے اندر کی تھکن کو مٹا دیتا ہے، یہ شہر اپنی خاموشیوں میں بھی بات کرتا ہے اور اپنی حسین فضا میں ہر آنے والے کو ایک نئی زندگی کی لذت بخشتا ہے۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ منار صرف ایک شہر نہیں، بلکہ فطرت کی ایک جیتی جاگتی کتاب ہے، جس کا ہر ورق سبز رنگ اور شفاف فضا میں لپٹا ہوا ہے۔ یہ واقعی قدرت کا دل کش نمونہ ہے، جب ہم یہاں کے سبز پہاڑ، خوب رو پتی کے باغات اور جھرنوں، جھیلوں کو دیکھنے نکلے تو طبیعت واپس جانے کو بالکل آمادہ نہیں تھی، اور دو چار روز یہیں رکنے کو جی چاہ رہا، غرض ہم نے موسم و ماحول کے خوب مزے لیے، مناظر قدرت کو دیکھ کر خالق کائنات اللہ ربّ العزت کی یاد تازہ کرنے لگے کہ اس حقیر دنیا میں اس کی خلقت کا یہ عالم ہے تو

اس کی تخلیق کردہ جنت کیسے ہوگی؟ واقعی ویسے ہی ہوگی جس کے بابت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ وہ ہمارے خواب وخیال کی حدود سے باہر کی چیز ہے؛ الغرض یہاں ہم آبشاروں کے پاس گئے، زیپ رائیڈز اور طرح طرح کی تفریحات کئے، اور پہاڑوں کے بیچ جاری دریا میں جہاز کی سواری سے بھی محظوظ ہوئے، ہلکی سی بارش کی پھوار سے موسم اور سہانہ محسوس ہونے لگا، بالآخر ڈھلتے سورج کے ساتھ ساتھ ہمارا سفر بھی اختتام پزیر ہونے لگا، اور حسرت وخوشی کے ساتھ ہم واپسی کی تیاری کرنے لگے۔

کیرالا کی تہذیب اور لوگ:

یہ ریاست جنوبی ریاستوں میں ایک الگ ہی حیثیت کی حامل ہے، یہاں کے لوگ رنگت کے اعتبار سے ساؤنلے، مزاجاً سیدھے سادے اور جسمانی ہیئت کے اعتبار سے صحت مند ہیں، مزاجوں میں نہ تعصب ہے نہ شدت، بلکہ یہ نو واردین کے ساتھ اپنائیت اور محبت کا معاملہ کرتے ہیں، چائے گٹکہ سگریٹ وغیرہ جیسی مضر صحت اشیاء کا استعمال کافی کم ہے، ہوٹلوں کا ذائقہ حیدرآباد کے ذائقوں سے قدرے مختلف ہے، تہذیب وکلچر ان کا اپنا ہی ہے، مسلکی اعتبار سے تقریباً شوافع ہیں، مدارس ومساجد میں اسی فقہ کے مطابق تعلیم ہوتی ہے، فکر ونظریہ میں بدعات وروایات کا عنصر غالب ہے، البتہ ایسی جاہلانہ بدعات جن کا اصلاً دین سے کوئی تعلق نہ ہو؛ ان سے ایک حد تک محفوظ ہیں، مسجدیں دیدہ زیب ہیں، نئی مساجد کا حسن تو آنکھوں کو جِلا بخشتا ہے، قدیم مساجد کو بھی تزئین و تعمیرِ نو کے ذریعے حسین منظر بنایا گیا ہے، مساجد میں صفائی کا بڑا اچھا خیال رکھا جاتا ہے، تقریبا مساجد میں وضو خانے حوض کی شکل پر بنے ہوئے ہیں تو بعض جگہ بیٹھنے کے بجائے کھڑے ہوکر وضو کرنے کا سسٹم ہے، یہاں کے حفاظ وعلما پگڑی اور سفید جبہ استعمال کرتے ہیں، گویا دینی زندگی میں عرب کے ساحلی ممالک کی تہذیب جھلکتی ہے، مندریں مسجدیں اور گرجا بعض مقامات پر ایک ہی طرز کے بنے ہوئے ہیں، کئی مقامات پر ہم کسی کو مسجد سمجھ کر آگے بڑھے تو وہ چرچ یا کوئی اور عمارت تھی، فی الجملہ کیرالا ایک انوکھی تہذیب وثقافت اور تاریخی ریاست ہے، یہاں کے لوگ، کلچر، تاریخی مقامات اور قدرت کے حسین مناظر قابل دید ہیں۔

اللہ پاک دنیوی زندگی کے ہر سفر کو سفرِ اُخروی کے شوق وتیاری میں اضافے کا باعث بنائے۔ آمین یا ربّ العالمین

افاداتِ اکابر

اشرف المجالس

ترتیب وپیش کش: مفتی محمد احمد علی صاحب قاسمی*

مخدومنا ومحبوبنا حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہ العالی ہر جمعہ بعد نمازِ عصر ہفتہ واری اصلاحی مجلس میں حکیم الامت مجددُ الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے "منتخب ملفوظات" (مرتبہ حضرت مولانا یحییٰ نعمانی زید مجدہٗ) کی کچھ توضیح وتشریح کے ساتھ تعلیم فرماتے ہیں، اُن ملفوظات کو قارئینِ اشرف الجرائد وعامۂ مسلمین کے لئے ترتیب دیا گیا ہے۔

از مرتب

(۴۴) اسبابِ عادیہ کو ترک نہیں کرنا چاہیے

ارشاد فرمایا:۔ ہم لوگ تعلق مع اللہ کے معاملے میں بہت کمزور ہیں، ہمارا اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس قسم کا بھی تعلق ہے، وہ بھی غنیمت ہے، اس کو باقی رکھنا ہے، اور اس کو باقی رکھنے کے لیے ہم لوگوں کو ترکِ اسباب نہیں کرنا چاہیے، اسباب میں لگے رہنا چاہیے، اسباب ہوتے ہیں، آمدنی ہوتی ہے، تنگی ترشی تکلیف نہیں ہوتی ہے تو ہم کو اللہ تعالیٰ اچھے لگتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے تعلق بھی مضبوط رہتا ہے؛ چوں کہ ہمارا سبب یہی ہے، تو اس سبب کو باقی رکھنا چاہیے، جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے تعلق ہو گیا ہے؛ ان کے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے، وہ اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں، اللہ ان کی لاج رکھتا ہے، اور اللہ خود ان کا تکفل فرماتا رہتا ہے؛ لیکن جو اس مرتبے کی معرفت اور اس مرتبے کی محبت نہیں رکھتے، وہ ترکِ اسباب نہ کریں، ایسے بندے ہمیشہ اسبابِ عادیہ کو اختیار کر کے تنگیوں سے محفوظ رہیں، خوش حال رہیں، جب ہم دنیا اور دنیا کی ضرورتوں کے اعتبار سے خوشحال ہوتے ہیں تو ہم اللہ تعالیٰ سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں، یہ عام لوگوں کا اللہ سے محبت کا انداز ہے، اور اگر ترکِ اسباب کر دیں گے تو تکلیفیں پیش آئیں گی، جب تکلیفیں پیش آئیں گی تو پھر ہم شکایت والے راستے پہ چلے جائیں گے؛ کیوں کہ ذات سے محبت نہیں ہے، احسانات سے محبت ہے، تو جو بندے اللہ تعالیٰ کے عاشق ہیں یعنی ذات وصفات کے عاشق ہیں وہ بندے ترکِ اسباب بھی کریں تو ان کے لیے کوئی حرج نہیں؛ کیوں کہ ان کا بھروسہ اللہ پہ اسی طرح

کا ہے، اور اللہ کا معاملہ بھی ان کے ساتھ اسی طرح ہے۔

(۴۵) صدقِ طلب اور حسنِ عقیدت ہی سلوک میں اصل چیز ہے

ارشاد فرمایا:۔آدمی کے اندر ''صدقِ طلب'' اور ''حسنِ عقیدت'' ہوتی ہے تو یہی اصل چیز ہے، جب صدقِ طلب اور حسنِ عقیدت نہ ہوتو منشا مرید ہونا ہی رہتا ہے، بس مرید ہوگیا، پھر اس کے بعد جیسا کا ویسا، اس کو کوئی پرواہ ہی نہیں، اور اگر صدقِ طلب اور حسنِ عقیدت ہے تو وہ قدم آگے بڑھاتا ہے، اس راہ کے ہر مجاہدے کو گوارا کرتے ہوئے آگے بڑھتا رہتا ہے، ترقی کرتا رہتا ہے، اس لیے اہل اللہ مرید کرنے سے پہلے تھوڑا سا ٹیسٹ بھی کرلیا کرتے تھے، اور ہر داخلے کے لیے ٹیسٹ ہے، اس کے بعد ہی داخلہ ہوتا ہے، بس سلوک میں داخلے کے لیے بھی اہل اللہ جانچتے ہیں کہ آدمی کے اندر صدقِ طلب اور حسنِ عقیدت ہے یا نہیں؟ دیکھتے ہیں کہ کہیں دوسروں سے کمالات سن کے تو نہیں آ گیا، اگر کشف وکرامت سن کے آ گیا تو وہ کیا چلے گا؟ وہ تو زیادہ نہیں چل سکے گا۔

(۴۶) کاملین کی نظر کمالات پر نہیں نقائص پر ہوتی ہے

ارشاد فرمایا:۔حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے ''نورِ باطن'' اور ''روحانی قوت'' بہت عطا فرمائی تھی؛ لیکن کاملین کی نظر کمالات پر نہیں ہوتی ہے، کاملین کی نظر اپنی کوتاہیوں پر ہوتی ہے، چاہے وہ کوتاہی معمولی سی کیوں نہ ہو، مگر ہوتی اسی پر ہے، وہ اس کوتاہی کو دور کرنے کی فکر میں رہتے ہیں، اور اسی کی وجہ سے اپنے آپ میں نادم رہتے ہیں؛ حالانکہ لوگ ان کے کمالات کو دیکھ کر رشک کرتے ہوتے ہیں، لیکن وہ اپنی کوتاہیوں کو دیکھ کر شرمندہ سے رہتے ہیں کہ ابھی تک یہ کمی ہے، اور یہ کمی ہے۔حضرت تھانویؒ کے یہاں بھی یہی صورتِ حال دیکھنے کو ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا مقام اُن کو دیا تھا، شریعت اور طریقت دونوں میں کمال حاصل تھا، سارا ملک نہیں سارے عالم کے علمائے دیوبند کو جاننے والے لوگ اُن کے مقام کو جانتے ہیں اور پہچانتے ہیں؛ لیکن وہ اپنے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ ''ابھی تک نورِ باطن کا انتظار ہے'' کہ کب حاصل ہوگا، وہی مثال ہے جو شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ؎

طاؤس را بہ نقش ونگارے کہ ہست خلق
تحسین کنند او خجل از پائے زشت خویش

جب مور ناچنے لگتا ہے، اپنے سب پر کھول دیتا ہے، اس کے رنگ وروپ کو دیکھ کر اور اس کے پروں کی چمک اور خوبصورتی کو دیکھ کر مخلوق تعریف کرتی ہے، لیکن وہ اپنے پیر کی پھوہڑ پن اور بدشکلی سے شرمندہ رہ جاتا

ہے، مور کے پیر گندے میلے سے ہوتے ہیں، اس کی نظر اپنے پیروں پہ پڑ جاتی ہے تو وہ ایک دم شرمندہ ہوتا ہے، تو اپنے کو پر سکیڑ لیتا ہے، اور اس کی سب خوشی ختم ہو جاتی ہے۔ یہی اہل اللہ کا حال ہے کہ ان کے کمالات جب عیاں ہوتے ہیں تو اللہ کے کامل بندے، زمانے کے علماء صلحاء سب خوش ہوتے ہیں اور فخر کرتے ہیں کہ کیا مقام ہے، لیکن ان کی نظر اپنے عیوب ونقائص پر ہوتی ہے، ایسی کمزوریاں جو کہ شمار میں بھی نہ آتی ہوں، انہیں بھی وہ دیکھتے ہیں کہ یہ بھی کیوں ہے، یہ بھی کیوں ہے؟۔ یہی حال حضرت تھانویؒ کا ہے، اللہ نے ان کو علوم عطا فرمائے تھے، علم کی نسبت سے بھی، اور عمل کی نسبت سے بھی، اور تقویٰ کی نسبت سے بھی، دنیا جہاں ان کی تعریف سے رطب اللسان ہے،؛ لیکن وہ فرما رہے ہیں کہ مجاہدہ تو کچھ ہوا نہیں، سوائے اس کے کہ کچھ دن اللہ کے بڑے باکمال بندہ کی صحبت میسر ہے، اور پھر یہ ہے کہ انتظار کر رہا ہوں کہ کسی صاحبِ جذب و کیفیت بزرگ نے کہا تھا کہ ''تمہیں نورِ باطن حاصل ہوگا''۔

(۴۷) طلبِ صادق راہ کی مشکلات آسان کردیتی ہے

ارشاد فرمایا: (حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے رمضان المبارک کے ایک مہینہ میں قرآن مجید کے حفظ کر لینے کی بابت فرمایا) کسی بھی چیز کے حصول کا تعلق ذوق سے ہے، آدمی کو کسی چیز کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ اس کی یہ فضیلت ہے، یہ مقام ومرتبہ ہے تو پھر آدمی اس کی طرف توجہ دیتا ہے اور اس کی طلب اپنے اندر پیدا کرتا ہے، طلبِ صادق کی وجہ سے مشکلات آسان ہو جاتی ہیں، کسی چیز کی طلب دل میں پیدا ہوتی ہے تو وہ ایک ایسی قوت بن جاتی ہے کہ ہر مشکل کو نمٹتی چلی جاتی ہے، اور اس وقت تک اسے قرار نہیں ملتا جب تک کہ وہ اس مطلوب کو حاصل نہ کر لے۔

(۴۸) استفادۂ باطنی کے لئے مناسبت کا ہونا ضروری ہے

ارشاد فرمایا: آج کل لوگ بیعت ہونے میں جلد بازی کرتے ہیں کہ ملاقات میں سب سے پہلی درخواست اسی کی کرتے ہیں، یہ درست طریقہ نہیں ہے، اس کے بجائے کچھ دن صحبت میں رہ کر مناسبت ہے یا نہیں؟ اس کی جانچ کر لینا چاہیے، جب طبیعت کو پوری مناسبت ہو جائے تب ہمت کر کے بیعت کے لئے آگے بڑھے، تب کام بنے گا، شیخ سے مناسبت نہیں ہے تو کام کیسے کرے گا؟۔

افاداتِ اکابر

ارشاد السالکین

"خانقاہِ سعیدیہ" میں ہر شمسی مہینے کے دوسرے اتوار کو صبح ۹/ بجے تا شب ۹/ بجے اصلاحی مجلس منعقد ہوتی ہے، اس میں جنوبی ہند کی تمام ہی ریاستوں سے تقریباً تین سو سالکین شرکت کرتے ہیں، صبح ۱۰ تا ۱۲/ بجے کی نشست میں شرکاء کے پوچھے گئے سوالات کے جواب مرشدی حضرت اقدس مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہٗ العالی خود دیتے ہیں، جو بہت ہی نافع ہوتے ہیں، علماء وعوام سب ہی اس کے قائل ہیں، اس لئے مولانا مفتی محمد احمد علی صاحب قاسمی زید فضلہٗ استاذ ادارۂ ہذا و مجازِ حضرت والا نے اِن کو جمع کر کے قارئین کے فائدے کے لئے شائع کیا ہے۔ ازمرتب

غصہ پر کیسے قابو پایا جائے

سوال (۶۵): میری طبیعت میں غصہ بہت زیادہ ہے، بات بات میں بیوی پر زیادتی کرتا ہوں، وہ بھی بہت بدزبانی کرتی ہے، دعا فرمائیں، غصے سے بچنے کی تدبیر اور دعا کی رہنمائی فرمایئے۔

جواب: تغیرِ حال غصہ کو قابو پانے میں مددگار ہے، تغیرِ حال میں ایک تو یہ ہے کہ جگہ بدل دی جائے، دوسرے یہ کہ کھڑا ہے تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہے تو لیٹ جائے، تیسرے پانی پی لے، اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھ لیا کرے، اس تصور کے ساتھ کہ قوتِ غضب غالب آگئی ہے، اب میں اللہ کی مدد کے بغیر اس کو مغلوب نہیں کرسکتا، یہ بھی غور کریں کہ کیا بات ہے جس پر غصہ آیا ہے، بے وجہ تو غصہ آتا نہیں اس لئے اس کی وجہ تلاش کر کے اس پر قابو پانے کی فکر کریں، اور تقاضۂ غضب پر بہر حال عمل نہ کریں۔

بدنظری سے کیسے بچا جائے؟

سوال (۶۶): اس عاجز بندہ میں ایک مرض جاتا ہی نہیں ہے، عورتوں کے سلسلے میں نفس بہت حرص کرتا رہتا ہے، جب بھی کہیں عورت نظر آجاتی ہے تو بدنظری ہو ہی جاتی ہے، جس کی وجہ سے تصور گندہ ہو جاتا

ہے، علاج فرمایئے۔

جواب:۔ پہلی نظر جو کہ غیر اختیاری ہے وہ تو معاف ہے، دوسری مرتبہ نظر بچانے کی پوری کوشش جاری رکھو، اگر آثار و قرائن سے بھی سمجھ میں آجائے کہ ادھر عورت ہے تو پھر اُس طرف نظر ہی نہ ڈالو، بالا رادہ جو نظر ڈالی جائے گی وہ معصیت ہے، پھر کوشش کے باوجود بھی لغزش ہو جائے تو استغفار کرو، نیز اپنے نفس پر بوجھ ڈالنے کے لئے صرف توبہ ہی کافی نہیں چند رکعت نفل پڑھ کر توبہ کرو، کچھ خیرات کر کے توبہ کرو۔

نفس کی ایک عجیب شرارت اور اس کا علاج

سوال (۶۷): بدنظری کے وقت اللہ یاد رہتا ہے، استغفار بھی کرتا ہوں؛ مگر بچ نہیں پاتا، کیا وجہ ہے؟ رہنمائی فرمایئے۔

جواب:۔ بچ نہیں پاتا کیا چیز ہے؟ بس یہ نفس کی شرارت اور کمزوری ہے، یہ کہنا چاہیے کہ بچ نہیں رہا ہوں، جب یہ کہیں گے تو خود ہی جواب مل جائے گا کہ بچ بھی سکتا ہوں، بچنا نہ بچنا ہاتھ میں ہے یا نہیں؟ جب بچنا ہاتھ میں ہے تو نفس شرارت کرتا ہے، (یعنی صحیح بات بھی پوچھنے نہیں دیتا) بہر حال جس چیز سے اللہ نے منع کیا ہے اس سے بچنے کی طاقت بھی اللہ نے عطا فرمائی ہے، اس لیے آپ بدنظری کر سکتے ہیں تو بچ بھی سکتے ہیں تو پھر بچیئے، یہ اور بات ہے کہ ایمان اور ہمت کی کمزوری اور ماحول کی خرابی گناہ کو آسان بنا دیتی ہے، ایسے ماحول میں ذرا ارادہ کو زیادہ مضبوط کرنا پڑتا ہے، معمولی ارادہ سے کام نہیں چلے گا، بس بچنے کا یہی طریقہ ہے۔

اپنے بڑوں کو خوش کرنے کے لئے کوئی اچھا کام کرنا

سوال: (۶۸) اگر اپنے اساتذہ کو یا اپنے شیخ کو خوش کرنے کے لیے کوئی اچھا کام کیا جائے تو کیا یہ بھی رِیا ہے؟ رہنمائی فرمائیں۔

جواب:۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ ریا نہیں ہے؛ کیوں کہ اس کا منشا بھی اللہ کو خوش کرنا ہے، کہ نیک آدمی خوش ہوگا تو اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوں گے، اور حضرتؒ نے دلیل میں یہ حدیث پیش کی کہ ایک صحابیؓ رات کو قرآن مجید پڑھ رہے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن لیا، صبح کو فرمایا کہ رات تم قرآن بہت اچھا پڑھ رہے تھے، لحنِ داؤدی میں سے تم کو حصہ ملا ہے، انہوں نے کہا: کہ آپ کو کیسے معلوم؟ فرمایا: رات کو میں سن رہا تھا، صحابیؓ نے کہا: کہ مجھے پتہ چلتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سن رہے ہیں تو اور سنوار کے پڑھتا، (بخاری: 5048) ظاہر بات ہے کہ نبی بھی غیر اللہ ہیں؛ مگر اللہ کی نسبت کی وجہ سے محبت ہے، اس وجہ سے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اپنے معمولات کو ظاہر کرنا کیا ریا کاری ہے؟

سوال:(۶۹) تحدیث بالنعمت کے طور پر یا حوصلہ افزائی حاصل کرنے کے لیے کسی کے سامنے اپنے معمولات بیان کرنا کیا درست ہے؟ رہنمائی فرمایئے۔

جواب: اپنے بڑوں کے سامنے اس مقصد سے بیان کرنا کہ خوش ہوں گے، اور خوش ہو کر دعا دیں گے تو استقامت میں مدد ملے گی تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور کبھی بڑوں کا اپنے چھوٹوں کے سامنے اس مقصد سے بتا دینا تاکہ انہیں ترغیب ہو، اور عمل پر ابھارا جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے؛ بشرطے کہ ریا کاری نہ ہو، اور ریا کاری اسی وقت ریا کاری ہوتی ہے جبکہ ارادہ غیر اللہ کو خوش کرنے کا ہو۔

غیبت کا علاج

سوال: (۷۰)۔ مجھ سے غیبت ہو جاتی ہے، علاج تجویز فرمائیں، اور وظیفہ بھی بتلائیں۔

جواب:۔ ہو جاتی ہے، یہ کوئی بات نہیں ہے، یہ غلط ہے؛ بلکہ یوں کہو کہ غیبت کرتا ہوں، تو پھر اس کا جواب یہ ہے کہ غیبت مت کرو، خود سے کوئی چیز نہیں ہوتی، کرنے ہی سے ہوتی ہے، بس ارادہ کرو کہ نہیں کرنا ہے، یہی بات حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے اکثر سوالات کے جوابات میں ملتی ہے، آپ ہمیشہ اسی فلسفہ کو دہراتے تھے کہ دیکھ لو کہ یہ کام اختیاری ہے یا غیر اختیاری؟ غیر اختیاری ہے تو اطمینان رکھو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا، اختیاری ہے تو اختیار کو استعمال کرو اور کام کو کر و یا چھوڑ دو، باقی وظیفہ سے کوئی کام نہیں ہوتا، وظیفے صرف سہولت کے لیے ہوتے ہیں، اور اس دعا کا اہتمام بھی کرلو اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ اَبَدًا مَّا اَبْقَیْتَنِیْ، (اے اللہ! جب تک آپ باقی رکھیں گناہوں کو چھوڑنے کے ذریعہ میرے اوپر رحم فرما) دعا صرف مددگار کے طور پر ہوتی ہے؛ چوں کہ اللہ تعالیٰ ہی افعال کے خالق ہیں تو ان سے مدد لینا بھی ضروری ہے، باقی بچنا تو بچنے سے ہی ہوتا ہے۔ یعنی کام کرنے اور اس کے اسبابِ عادیہ اختیار کرنے سے پھر اللہ تعالیٰ کی مدد بھی آجاتی ہے، محض وظیفوں سے نہیں آتی، کسی وظیفے کے بہ جائے طلبِ صادق سے اللہ تعالیٰ کی مدد مانگتے رہو اور کوشش جاری رکھو کام بنے گا۔

فقہ وفتاویٰ

آپ کے شرعی مسائل

از: مفتی محمد ندیم الدین قاسمی*

مسجد کے نیچے دوکان تعمیر کرنا

سوال: کیا مسجد کے نیچے حصہ میں دوکانات اور ملگیاں تعمیر کرنا جائز ہے؟

جواب: جائز ہے، ایسی صورت میں یہ نچلی منزل مسجد نہیں ہوگی؛ بلکہ ایک ایسی عمارت کے درجہ میں ہوگی جسے مصالحِ مسجد کے لئے وقف کر دیا گیا، مگر یہ حکم اس وقت ہوگا جب مسجد کی تعمیر کے وقت ہی ایسی نیت کر لی جائے، اگر شروع میں کسی زمین پر مسجد تعمیر کر لی گئی اور بعد میں تہہ خانہ بنایا گیا تو یہ درست نہیں ہے۔

(جدید فقہی مسائل، ۱/ ۱۰۴)

بالوں کی صفائی کے لئے کریم کا استعمال

سوال: کیا فاضل بالوں کی صفائی کے لئے کریم وغیرہ کا استعمال کرنا جائز ہے؟

جواب: صابن اور کریم وغیرہ کے ذریعہ سے جسم کے فاضل بالوں کا نکالنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔

(جدید فقہی مسائل، ۱/ ۲۱۰)

گھڑی کس ہاتھ میں پہنی جائے؟

سوال: گھڑی کس ہاتھ میں پہننی چاہیے؟

جواب: گھڑی دونوں ہاتھوں میں پہنی جاسکتی ہے؛ مگر چوں کہ اکثر خیر کی چیزوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دائیں سمت کو ترجیح دی ہے اور گھڑی بھی ذریعۂ خیر ہے؛ کیوں اس سے نماز اور عبادات کے اوقات معلوم ہوتے ہیں، اس لئے دائیں ہاتھ میں پہننا زیادہ بہتر ہے۔ (جدید فقہی مسائل، ۱/ ۲۱۱)

کھانا کھانے کے بعد میٹھا کھانا

سوال: کیا کھانا کھانے کے بعد میٹھا کھانا سنت ہے؟

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

جواب: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد اور کبھی کبھار مطلقاً میٹھی چیز مثلاً کھجور کھانا ثابت ہے، لہذا خاص طور پر کھانے کے بعد ہی میٹھی چیز کھانے کو سنت قرار دینا بے دلیل ہے۔

(نخبۃ المسائل، ۱/۲۷۶)

نیا گھر بنانے پر دعوت کرنا

سوال: کیا نیا گھر بنانے کے بعد دعوت کرنا جائز ہے؟

جواب: وسیع مکان، اللہ کی بڑی نعمت ہے، اس نعمت کے شکرانے کے طور پر احباب و متعلقین کی ضیافت کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ بشرطیکہ اس میں کوئی امرِ منکر شامل نہ ہو۔ (نخبۃ المسائل، ۱/۲۷۷)

گھر میں بلی پالنے کا حکم

سوال: کیا گھروں میں بلی پالنا جائز ہے؟

جواب: بلی ایک نفع بخش جانور ہے، اس کی وجہ سے خاص طور پر چوہوں وغیرہ کے نقصانات سے حفاظت رہتی ہے، اسی لئے پالنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس کے کھانے پینے کا خیال رکھا جائے اور اسے اذیت نہ دی جائے۔ (نخبۃ المسائل، ۱/۲۸۲)

بڑوں کا چھوٹوں کے سر پر ہاتھ رکھنا

سوال: کیا بڑوں کا چھوٹوں کے سر پر ہاتھ رکھنا یا چھوٹوں کا بڑوں کے ہاتھ کو اپنے سر پر رکھ لینا کیا جائز ہے؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بعض صغار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سر بطور شفقت و برکت ہاتھ پھیرنا ثابت ہے، لہذا بڑوں کا چھوٹوں کے سر پر ہاتھ رکھنا یا چھوٹوں کا بڑوں کے ہاتھ کو اپنے سر پر رکھ لینا جائز ہے۔

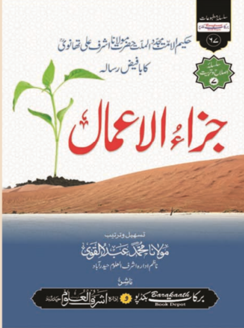
(نخبۃ المسائل، ۱/۲۹۲)

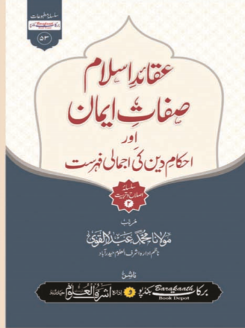
ثناء سے پہلے بسم اللہ پڑھنا

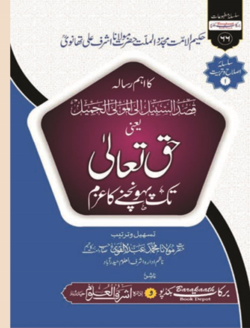
سوال: کیا جب نماز شروع کریں تو تکبیر کے بعد سبحانك اللهم سے پہلے بسم الله پڑھنی چاہیے یا نہیں؟

جواب: سبحانك اللهم سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھی جاتی، بلکہ ثناء کے بعد اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنی چاہئے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ۱/۲۵۵)

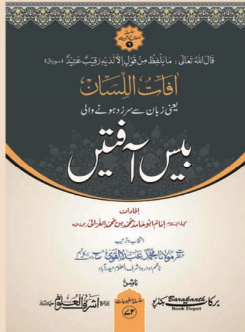
ASHRAFUL JARAID MONTHLY Rs20/-
RNI No: APURD/2007/24089 Postal. No: HSE/884/23-25
Date of Publication 3rd oct-25, Date of Posting 5th oct-25

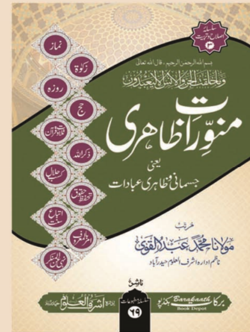


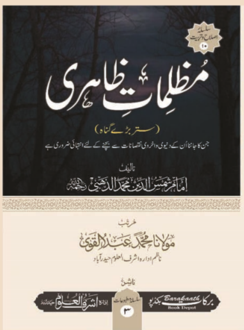


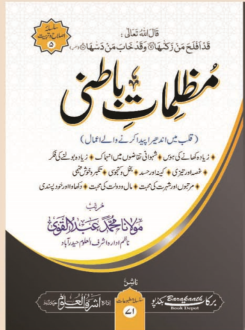


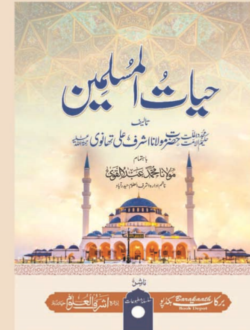












Printer, Publisher & Owner: Mohd Abdul Qavi, # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059
Published from: # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059
Editor : Mohammed Abdul Qavi